



کو کہا۔  
بسمیل پور مرحی عورتیں آئی تھیں۔ اعلان ہی پچاس سال کی عورتوں کے لیے کیا گی حق۔ جو حقی عورت کے باہر جاتے ہیں قائم میسوی کو پانچوں نام کا اعلان کرنے سے روکتا ہوا بولا۔ بیغم۔ یقیناً کفہت ہے۔ اسے بسمیل پور مرحی آرہی ہیں!  
میں کیا بتاؤں؟ مجھے خود بھی اپنی ہو رہی ہے مگر نہیں دیکھو، ان میں سے ایک نہیں بھی ہے۔

"اے تم نے تو صفات کو دیا تھا کہ میں سال کی ہر فی جاہیسے: قائم آنکھیں لکھاں کر بولا۔  
"ہمیں تو غلطی ہوئی تھی کہ عمر کے متعلق کچھ لکھنا بھوول گئی تھی"۔

"مجھے یاد ہے۔ تم نے لکھا تھا: "ونگل یاد ہے لای بیوی نے جنجلابھت کا منظاہرہ کیا۔  
"تو پھر جلت ہی ہو گا" قائم نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ کیونکہ ابھی ایک "مس" کی توقع باقی تھی۔ ڈھو، بھریا ٹھو سے اسے کوئی سرو کار نہ تھا۔ اس نے سرچا اگر نام بڑا ہو گا تو وہ اسے پیار سے رہ۔ یا کیلی وغیرہ مجھ کہہ لیا کرے گا۔

پانچوں امیدوار آئی اور وہ نا والپس گئی۔ اب باری تھی میں دھر کی۔ قائم سنبل کر دیکھ گیا۔

بیوی نے کہا۔ اگر یہ بھی خراب نکل تو سجنوں کو مجسکا دوں گی۔ دوسرا اشتہار دیا جائے گا۔ گرتم خاموش ہی رہنا۔  
مس ڈھو اندرونی داخل ہوئی اور قائم غصے کے سارے اچھل پڑا۔ اس کی کھوٹیری احتجا جاتی شدت سے ہل رہی تھی کہ اس کا پہاڑ سا جنم مخازل نظر آئے لگا تھا۔ یہ میں ڈھوپتے تھا فربہ اندام اور سرفیض کو لڈ قام" تھی۔ عمر اس کی بھی چالیس یا پینتیالیں سال سے کسی ہڑح کم نہ تھی۔ بھینگی بھی تھی لیکن آواز ایسی تھی جیسے کسی اجڑو یا اسے میں کوئی گوک رہی ہو۔ بیوی اس سے لگنگو کرتی رہی اور قائم انکاروں کے بتریہ دوختار ہا۔ اسے اس عورت کی وریان سی سکلاہست زہر لگ رہی تھی میکراہست کی دیرانی غالباً بھینگے پن کی وجہ سے تھی۔

دفعتاً قائم بول پڑا۔ اے۔ پہلے یہ تو بتاؤ تم میری طرف دیکھو رہی ہر یا ان کی طرف۔ اس نے بیوی کی طرف اشارہ کیا۔

"میں تو۔ میں تو۔ اس خوب صورت گلدان کی

شناہ جا رکھے بالشہ فرستگو کی جائے یا لکھ جئے کے بعد ایک بار پھر اس پر ہنسی کا درودہ پڑا۔

دوسرا سے دن اشتہار شہر کے سب سے تیارہ مقبول روز نامے میں شائع ہو گیا لیکن بیوی نے قائم کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی بلکہ اسے گھر سے باہر قدم ہی نہیں نکالنے دیا تھا اور کچھ اتنی زیادہ مہربان ہو رکھی تھی کہ قائم اپنی میں پڑ گیا تھا۔ اپنے بھی اسی کی تھی کہ اب لیڈی سیکرٹری رکے یا زر کے۔ جب بیوی ہمیں اتنا خیال کرنے لگے تو لیڈی سیکرٹری کی کیا مفردت ہے۔ پتا نہیں پھر کہ اس مغلہ ہی کا دماغ شک جائے۔

شام کو وہ اسے ساختھے کرائے اسلام بھائی جان کے شکل میں بھا دیا۔ وہ مزے لے لے کر پڑھنے لگا۔

"ضرورت ہے ایک ذہین اور حیثت و جالاں لیڈی سیکرٹری کی۔ غرب میں اور تیس کے درمیان ہوئی چالیسے۔

پوری شیئن کو ترجیح دی جائے گی۔ تھناؤ کا مسئلہ بالشہ فرستگر میں جیسا ہے۔ مسند رجذیل پتے پر کل شام کو جا رکھے ہیں"۔

اس نے پرچا میز پر رکھ دیا اور تیجہ از نظر وہ سے بیوی کی طرف دیکھنے لگا۔

"ایں جو لپندا جائے اسے دیکھ کر اسہات میں سر ہلا دینا میں سب معاملات طے کر لوں گی"۔

"ہائے۔ میں تم پر۔ گرباں! اب میں کبھی تمہارا جی نہیں جلاوں گا۔ الاقسم۔ بالاشہسب کو ایسی ہی فٹ کلاندیں کروں۔ تم کتنی اچھی ہو۔ پوری شیئن سیکرٹری ارے۔ میں بہت پڑا آدمی بن جاؤں گا"۔

"اوہ میں دیکھ کر کتنی خوش ہوں گی۔" بیوی نے خوش ہو کر کہا۔

بھر قائم کو سکتہ سا ہو گی۔ اس کی بھی میں نہیں آ رہا تھا کہ ان غیر مترقب عنایات کو کیا تھے۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا۔

اس کی بیوی اتنی رحم دل کیوں ثابت ہو رہی تھی؟

"اچھا میں اے اخبار کے دفتر میں بھجوانے جا رہی ہوں"۔ اس نے پرچا اٹھاتے ہوئے کہا لیکن قائم

بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ اس کی پلکیں تک نہیں جھپک رہی تھیں۔ وہ سیدھی اپنے کمرے میں آئی اور دوسرا اشتہار

لکھنے لگی۔

"ضرورت ہے ایک انتہائی تجریب کار لیڈی سیکرٹری کی۔

عمر چاہیں سال سے ہرگز کم نہ برفی چاہیے۔ دیسی عیسائی

شناہ جا رکھے بالشہ فرستگو کی جائے یا لکھ جئے کے بعد ایک بار پھر اس پر ہنسی کا درودہ پڑا۔

دوسرے دن اشتہار شہر کے سب سے تیارہ مقبول روز نامے میں شائع ہو گیا لیکن بیوی نے قائم کو

نکالنے دیا تھا اور کچھ اتنی زیادہ مہربان ہو رکھی تھی کہ قائم

اپنی میں پڑ گیا تھا۔ اپنے بھی اسی کی تھی کہ اب لیڈی سیکرٹری

رکے یا زر کے۔ جب بیوی ہمیں اتنا خیال کرنے لگے تو لیڈی سیکرٹری کی کیا مفردت ہے۔ پھر سوچا چلو پڑی ہی رہے

کیا بڑا ہے؟ پتا نہیں پھر کہ اس مغلہ ہی کا دماغ شک جائے۔

یہ میں بھا دیا۔ وہ مزے لے لے کر پڑھنے لگا۔

"ضرورت ہے ایک ذہین اور حیثت و جالاں لیڈی سیکرٹری کی۔ غرب میں اور تیس کے درمیان ہوئی چالیسے۔

پوری شیئن کو ترجیح دی جائے گی۔ تھناؤ کا مسئلہ بالشہ فرستگر میں جیسا ہے۔ مسند رجذیل پتے پر کل شام کو جا رکھنے میں"۔

اس نے پرچا میز پر رکھ دیا اور تیجہ از نظر وہ سے بیوی کی طرف دیکھنے لگا۔

"تو پھر میں اسے چھپنے کے لیے بھج ڈوں"۔

بیوی نے پوچھا۔

"جردر۔ جردر۔ ہائے۔ میں تجھاری کیسے پڑ جا کروں۔ تم کتنی اچھی ہو۔ پوری شیئن سیکرٹری ارے۔ میں بہت پڑا آدمی بن جاؤں گا"۔

"اوہ میں دیکھ کر کتنی خوش ہوں گی۔" بیوی نے خوش ہو کر کہا۔

بھر قائم کو سکتہ سا ہو گی۔ اس کی بھی میں نہیں آ رہا تھا کہ ان غیر مترقب عنایات کو کیا تھے۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا۔

اس کی بیوی اتنی رحم دل کیوں ثابت ہو رہی تھی؟

ان سے اپنار سئٹنے لگا۔

"اے اے اے۔ یہ کیا؟ بیوی کو بے ساختہ نہیں ہیں"۔

"میں اسی قابل ہوں"۔ قاسم نے کہا اور چیلپوں سے

بیوی کے پیٹ میں سوچوں ختم نہ ہوتا تھا پوری شیئن نے

ہاتھ پکڑ لیے۔ چیلپس چھینیں، جو بے غدر چھوڑ دی گئیں۔

قاسم اس وقت "قریبان جاؤں" کی تصویر پیاسا ہے۔

"تو پھر میں مضمون نہیں"۔ بیوی نے پوچھا۔

"ہائے جردر۔ جردر۔ یا اللہ ان کا سایہ میرے سر

پر میں بھا دیا۔ وہ مزے لے لے کر پڑھنے لگا۔

"ادھیر نے میں مشغول ہو گیا لیکن اب اسے تاؤ آئے دیا۔

تھا اپنے روشنے پر کہ اس کی وجہ سے خواخواہ میں گفتگو کا سلسلہ ختم ہر گیا۔

بیوی کی چھپر خاموش رہی پھر ہو لی۔ "تم اپنا دل تھوڑا نہیں کیا کہنے لگا۔

ادھیر کسی اچھے اخبار میں لیڈی سیکرٹری کے لیے اشتہار دے دو۔

"اشتہار۔ ارے پاپ رے یا قاسم" چھل پڑا۔ ارے

اباجان نے دیکھ دیا تو۔

"ہش۔ تم بھی دیکھ دیں۔ اس کی بھی میں نہیں آ رہا تھا

کہ ان غیر مترقب عنایات کو کیا تھے۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا۔

ملکیں میں کے اپنے آخی الفاظ "تم تو" ذہن میں ہی وہ تھے کہ کہنے کا طبقہ سے ربط نہ ہو جائے۔ تم تو فرشتہ تو مدد ہوتا ہے۔ یہ سالی محشری عورت۔

پھر کیا کہا جائے۔ اوه۔ وہ خوب۔ وہ جلدی سے بولا۔

"تم سے کیا تکمیل ہے؟ تم تو فرشتے کی جو رہ ہے؟

"بیوی کے پیٹ میں قہقہوں نے بھوپنچال میادیا اور وہ جردر۔ جردر۔ یا اللہ ان کا سایہ میرے سر

پر میش قائم رکھتے۔ قاسم نے ہاتھ پھیلا کر دعا دی۔

"وہ بھر مٹ دبا کر کے سے نکل جہاگی اور تقریباً

ڈائیکنگ روم سے باہر آگئی اور غذا اپ سے دوسرے کے

پر میں بھا دیا۔ وہ مزے لے لے کر پڑھنے لگا۔

کہ دھیر کا طرف میں دیکھ دیں۔ اس کے دل میں دھل ہوئے

کہ دھیر کی آواز آئی۔

"ارے پانی تو ہیں ہے۔ میں پیسے لیتا ہوں۔ اجاو۔

وہ بھر پر سمجھ دیں۔ اس کی وجہ سے خواخواہ میں گفتگو کا سلسلہ ختم ہر گیا۔

بیوی کی چھپر خاموش رہی پھر ہو لی۔ "تم اپنا دل تھوڑا نہیں کیا کہنے لگا۔

کردہ کسی اچھے اخبار میں لیڈی سیکرٹری کے لیے اشتہار دے دو۔

"اشتہار۔ ارے پاپ رے یا قاسم" چھل پڑا۔ ارے

اباجان نے دیکھ دیا تو۔

"الاقسم۔ بڑی گریت بڑا! وہ۔ وہ۔ ایسی بیوی کی میں قدر نہیں کرتا الافت ہے مجھ پر"۔

قاسم نے جگ کر پیروں سے دونوں چیلپیں نکالیں اور

دلف جو کوئی رکھنے کے لئے ہے؟

بچھے سے ہیں ہے۔ قم جاڑی، قام گمراہ کر دلارا۔  
مس دھو بکھار کر دھار قدم تیکھے ہتھیں ہیں۔

"اچھا اچھا۔ باہر مہر و صاحب کی طبیعت بیک  
شہیں ہے۔" بیوی جلدی سے بولی: "میں ابھی آگر فیصلہ  
ستائقی ہوں۔"

مس دھو جلدی سے باہر نکل گئی۔

"یقین نہ کیا کہا؟" بیوی اس کی طرف چڑھی۔

"آئے۔ ہائے" قاسم دانت نکال کر اور ناک پر  
گوش آمدی۔ میری گھوپیری پر بیٹھ جاؤ۔

"قدار کے لیے آہتہ بولے۔" بیوی نے کہا۔ "میں ان  
دو کوں کو کجا کر داں کر دوں گی۔ تم ہیں بیخو درنے اگر  
تھار سے منزہ سے کوئی نہیں سیدھی بات نہیں ہی تو اسلام ہی انہیں  
کی پیدائی ہوگی۔ یہ تماں میں کبھی پھریں گی۔ اس کا ترقیاتی رکھو  
کرم نے اس انڑو پر کے لیے دوسرے کام گھر استھان کیا ہے۔

"اچھا۔ اچھا۔ جاؤ جلازو۔" قاسم پر اس امنڈہ نباہر لہلا۔  
تعلوم ہیں صح کس صورت حرام کا چہرہ دیکھا تھا۔

"آہنہ تو نہیں دیکھا تھا۔" بیوی نے گھر اپنے چھا۔

میں نہیں۔ جاؤ جھساو سالمیوں کو میراں گھر اپنے  
ایسا لگتا ہے جیسے۔ جیسے۔ بہت سے پتے کریے چالیے  
ہوں۔ اور خ۔

اے ایک زوردار ایکانی آئی اور اس کے بعد وہ  
کھانے لگا۔ بیوی باہر جا چکی تھی۔ دس منٹ بعد اس کی  
مالی ہرگز اور وہ بہت زیادہ گھر انہی ہرگز اپنی تغیری کی  
قیروں؟" قاسم ہم تون سوالیہ لشان بن گیا۔

"اے کیا بتا دیں۔ بڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔ لڑا۔" وہ ملپتی ہدی بولی۔

"کیا بہوا؟"

"سب پڑا گئیں۔ مگر وہ اڑا گئی ہے۔" مس دھو۔

"مس دھو؟" قاسم نے آنھیں نکالیں اور پھر انتہا  
ہگرا لہلا۔ "مار دلوں گا سالی کو! اڑا گئی ہی ہے؟" کیا میں اس  
کے بات کا فخر ہوں۔ آئے اسے۔ بیاز ہی نہیں ملتے۔ جراسا  
حین ہر قیس توڑ جانے کی مزدود یا میرا خال قریہ ہے کوہ تہرانی میں  
قاسم نے بچے کے انداز میں اس کی مسکراہت کی فصل  
ہکار نے کو شش کی اور خود کا رون بن کر رہ گیا۔ بیوی ایسے

جانے کیوں انھیں کیک بیک غصہ آگیا اور سچ پیچھے جاناب  
میں دلی کر رہے تھیں تھیں! میں خدا نماہ اُنھے اور ڈاٹ اس کی ہبہ باہر  
نکل جاؤ۔ اس کے بعد بیکم صاحبِ تشریف لائیں۔ دوسرا بیک سچ  
خورقون کو تو محضت کر دیا اور بھجو سے فرمائے تھیں، "محکوم  
تھام میں تھی۔ ہر طرح کا ارہام رہے گا لیکن صاحب تھیں الگ  
کرنا چاہیں گے۔ ہر سختا ہے ابھی باہر نکلیں اور اُنھے برنسے  
تھیں۔ یہیں تم گھرنا نامت فرآنہ دینا۔ میں آپ کو بھی پہنچانی  
ہجوں اور آپ کے باپ کو بھی۔ خان پہاڑ عاصم صاحب سے  
کہوں گی کہ صاحبزادے اس طرح اشتہار دے کر دلکھوں کا  
انتخاب فرمایا کرتے ہیں۔ بیکم صاحب کی اس حرکت سے بھے  
چکر میں ڈال دیا اگر بھے فرآنی آپ کا خجال آگیا جا بس اور  
ول کو بڑی تقویت پہنچی۔ میں نے چپ چاپ بیکم صاحب  
سےاتفاق کیا۔ وہ اندھر تشریف سے گئیں اور خورقون کو بعد اپنی  
اگر اطلاع دی کہ صاحب نے اپنی منتظر کر دیا ہے اور بھے کل  
سے کوئی پر حاضری دینی ہو گی؟"

وہ خاموش ہو کر اپنا ہینڈ بیک کھونتے تھی۔ حمید انھیں  
نکالے ہجھے اپنی گھوپیری سہلارہا تھا۔ تذکرہ سو فیصد قائم  
اور اس کی بیوی کا تھا گران دونوں سے یا ان کی حماقتوں سے  
فریدی کو کیا سرو کار؟

مرس دھو نے ہینڈ بیک سے ایک تعارفی کارڈ نکال  
کر فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "کوئی کاپتا؟"  
فریدی نے کارڈ کے کوئی پڑھی اور حمید کی طرف دیکھا۔  
میکا قصہ ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"ایک انڑو یو۔ یو۔ دیکھو قاسم ہی کاپتا ہے؟" فریدی  
نے کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔

یہ قاسم ہی کاپتا تھا۔ اس نے حمید کی انھیں میں  
مجھرا اس تفہام اب بھی باقی تھا۔  
"اس انڑو یو کا حال تم سُن ہی چکے ہو۔" فریدی اُنھا  
ہمایوں۔ اب وہ اشتہار بھی دیکھو گا، جو اس انڑو یو کے لیے  
شائع ہوا تھا۔

اس نے ایک الماری کھوں کر ایک اخبار نکالا اور دو  
تین صفحات ملٹ کر اسے حمید کی طرف بڑھا دیا۔ حمید نے  
اشتہار بھی دیکھا اور فریدی کی طرف دیکھ کر پھریں جھپکائیں۔  
"یہ۔ محمد اسم ایڈ ووکیٹ۔ اس کی بیوی کا کوئی رشتہ دار  
ہے؟" اس نے کہا۔ فریدی کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو تو میں ایڈ ووک

نہ تو کیا اب بھے آپ کی شاعری کرنی پڑے گی؟"

سیدھے کہا۔

"اے اب تھاری ترینگ کے لیے درست بھی  
ایک طریقہ گیا ہے۔ میں یہ بھجو کر آج سے میرا طریقہ کار  
تھی بدل گیا ہے۔ میں جانتا ہوں۔ تھیں اچھی طرح جانتا  
ہوں۔ تھاری صلاحیتیں اسی طرح بروئے کار لانی جاسکتی ہیں!"

"مختا۔"

"معلوم کر دکھ میں ڈھونکیا چاہتی ہے؟"

"آپ کو معلوم ہے۔ پھر میں کیوں جنک ماروں؟"

"میرا دل بھی جانتا ہے کہ اس اسٹیشن میں بھجو کی اگر کوئی ہے  
یہیں آپ یہ طریقہ کار۔ مک از کم ایک سو ٹھوٹ کر خزر کرنے  
دیکھے کہ طریقہ کار بدلنے کا مقصد یہ ہو سکتا ہے؟"

"ماخ۔ موغ۔" قاسم نے بھنسی ہرگز سی آڑاں میں کہا  
اور دونوں ہاتھوں سے مٹھے چھپا کر ہانپنے لگا۔

"کیوں سوت رو۔ اٹھو۔"

حمید نے پاپ سلکاتے ہوئے اٹھنے کا ارادہ کیا فرمدا  
پی رہے تھے۔ حمید خاصوں تھا۔ میں یونہی کوئی خاص وہ نہیں تھی۔  
وتفتاً ایک ملازم اندر آیا اور ایک وزیریکار دیکھ دیکھ  
کے سامنے رکھ دیا۔ حمید نے سرہنخی کر نام پڑھا اور بڑا سامنہ بنا  
کر پڑا۔

مواقع پر بہیشہ ادھر اور درجہ بیخنے ملکی تھی، درنے اس کی ہنسی کو  
موقت بھی نہ روک سکتی۔ مرنے کے بعد بھی دانت ہی نظر آتے۔

"تمہرے نہیں۔ اس سے قواب خوف معلوم ہونے کا

ہے۔ میں کبھی ہمیں چپ چاپ ہوئے ایک آدمی ماہکے سے  
رسکے ہیتے ہیں۔ پھر کوئی نا ادامہ کا کار پٹا کاٹا دیں گے؟" بیوی  
نے کہا۔

"مگر قیوں رکھ لیں۔ اس کی قوائی کی تیسی۔ آفرم ڈری

کہوں ہو، ہمیک محو نے میں پاٹھا ہو کر رہ جائے گی۔"

"آپ کو معلوم ہے۔ وہ چاچا جان کر جانتی ہے۔ تھیں

"میر جپ۔ تم ہماری تھنکوں کی نمائندگانہ لٹکانے کی کوشش کرنا۔"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کوئی اسی طریقہ کار کر سکتا ہے ہی نہ لگا

"اے بھر جو کیا کہتے ہو؟ رکھوں ایک ماہ کے لیے؟"

"پھر بڑو کیا کہتے ہو؟" رکھوں ایک ماہ کے لیے؟"

"ماخ۔ موغ۔" قاسم نے بھنسی ہرگز سی آڑاں میں کہا  
اور دونوں ہاتھوں سے مٹھے چھپا کر ہانپنے لگا۔

\* \* \*

کرنل فریدی اور کیمپین حمید ڈانٹنگ روم میں شام کی ہلکے  
پی رہے تھے۔ حمید خاصوں تھا۔ میں یونہی کوئی خاص وہ نہیں تھی۔  
وتفتاً ایک ملازم اندر آیا اور ایک وزیریکار دیکھ دیکھ  
کے سامنے رکھ دیا۔ حمید نے سرہنخی کر نام پڑھا اور بڑا سامنہ بنا  
کر پڑا۔

"بھروسہ میں دھو! اگر یہ دھو کے آگے تیکھے بھی بچا کر

لے تو کیا حرج ہرگاہ میں دھو لک۔ میرے۔ خدا۔ آخر یوں

آتی ہے آپ کے پاس؟"

"معلوم کرنے کی کوشش کرو۔"

"آپ نہیں بتائیں گے؟"

"ہرگز نہیں۔ وہیے تھیں اجازت ہے کہ ہماری گفتگو

میں سکوت۔

اس کی مسکراہت سے بھے اخلاق ہرتا ہے۔ بڑوڑتے

ہمایوں۔ مار دلوں گا سالی کو! اڑا گئی ہی ہے؟" کیا میں اس

کے باپ کا نوکر ہوں۔ آئے اسے۔ بیاز ہی نہیں ملتے۔ جراسا

حین ہر قیس توڑ جانے کی مزدود یا میرا خال قریہ ہے کہ وہ تہرانی میں

بیکی ملکی تھی۔

قاسم نے بچے کے انداز میں اس کی مسکراہت کی فصل

کسکا کر سکا کر سکا کیا۔

ہکار نے کو شش کی اور خود کا رون بن کر رہ گیا۔ بیوی ایسے

کو شش کی اور خود کا رون بن کر رہ گیا۔

9:

کوئی ملکنا چاہتے تھے"

"تم۔ عمر"

دیکھ مت کہو۔ کوئی غلطی ہوئی ہے۔ میرا ہمی خیال ہے

فریض کچھ سوچتا ہوا بولا۔ متوڑی دری خاموش رہا پھر کہا۔ ایک

گھنٹے کے اندر اندر میں اس اسٹریو کی وہ معلوم کرنا چاہتا ہوں:

"لیکن یہ واقع آپ کے علم میں کیوں لاایا گی ہے؟"

جاوہ سات بج رہے ہیں۔ "فریدی نے گردی

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آج انھوں نے شام کی چائے

دیرے سے پی تھی۔

جمید چپ چاپ آٹھ گیا۔ اپنے بیڈرُوم میں آیا اور

قائم کے فون نمبر نکلے۔ دوسرا طرف قائم ہی نے جواب

دیا۔ لیکن وہ اس منے پر اس سے گفتگو نہیں کرتا چاہتا تھا۔

اس نے ہمیچہ تھامی ادا کی۔ قائم کے کافی میں اسی کے قول کے

طابقی ثابت کی ہوئیں۔ پاک رہی ہوں گی۔

"ذرا آپ جان کو بلا دیجیے۔" جمید نے کہا۔

"تیوں۔ ہی ہی۔ اچھا اچھا۔" دوسرا طرف سے قائم

کی بوکھلاٹی ہوئی سی۔ "ماز آئی۔" جی ہاں دیکھیے بلاتا ہوں۔

اسے آپ جان۔

ہم نے غالباً ماڈٹھ پیس بند کیے بغیر ہاتھ لگائی تھی

اور پھر شاید اسے احساں ہو گیا تھا کہ خدا نے آپ جان نہ کہنا

چاہیے۔ اس لیے فوراً ہی آوان آئی۔

"ارے۔ لا حول ولا کو دت۔ بیغم۔ بیغم۔ اسے بیغم یہ۔

فون پر وہ باری ہی ہی۔ جی ہاں۔ کیا کہہ دوں کون بُلاری ہیں؟

"رقیہ۔" آہا۔ تم رو قیا ہو۔ ارے اب تم آتی کیوں نہیں ہو۔

اسے بیغم رو قیا ہیں رو قیا ڈو دھر دھڑا۔

رقیہ دراصل قائم کی رشتے میں سالی ہوتی تھی۔ خاصی

تبریل م سورت تھی۔ جمید اسے جانتا تھا۔ اس لیے اسی کی آڑ

لے پیٹھا۔

"ہاں بھائی صاحب۔" اس نے کہا۔ "میں آج کل

بہت مشغول ہو گوں۔ ہاں دیکھیے۔ اب رسیور آپ جان کو دے

کر چپ چاپ کرے ملے چلے جائیے۔ پچھ پائیوٹ باشیں ہیں۔

لے چکھے کی آواز آئی اور پھر فریدی نے کہا۔ "میرا ہے ہمیں خجال تھا کہ مزدور کچھ غلطی ہوتی ہے۔ میرا ہمیں تھامی کی تھیت کے لام کرنا چاہیے۔"

"خاصی تفریح رہے گی۔ کیوں؟" جمید نے ہنس کر کہا۔

"سبت دیوارہ۔ اور شاید اسی تفریح کے سہارے

تم بھی کچھ کر سکو۔" "ذرا کتر تارہوں لگا آپ کے لیے۔" جمید نے سلسلہ

منقطع کر دیا۔

اس نے فریدی کو یہ نہیں بتایا کہ قائم کی بیوی سے۔

بات اگلوانی کیے تھی۔ اب سوال تھا۔ "معاملہ پر ابر" کرنے کا

وہ چند لمحے دروازے میں کھڑا رہا۔ پھر ایک زور دار تھوڑا کا

کر دیا۔ "آپ جان۔"

"جی بھائی جان۔" قائم کی بیوی دوڑتی چلی آئی۔ اس

کا چہرہ زرد تھا اور وہ بُری طرح ہانپڑی تھی۔ جمید کو تھبے

لگاتے دیکھ کر دیکھ لگائی۔

"ارے سب نیک ہو گیا۔" جمید نے پُرستت بچے

میں کہا۔ وہ بھی بچے بننے جانہ تھا۔

"بچج۔" وہ بھی بچس پڑی۔ "کیا ہو؟"

"ارے اسے سختہ ہو گیا تھا۔ کرنی نے ابھی بتایا ہے کہ

اب ہوش میں آگئی ہے اور آپ لوگوں کے سخوزنیاں کا رہ کے

متعلق وہی بتایا ہے، جو آپ ابھی بتا پھیلی ہیں۔ یعنی وہ قائم کی

سیکرٹری ہے۔"

"ٹکرے۔ خدا کا۔ آپ نے تو جان ہی نکال لی تھی۔

جمید بھائی جان۔"

"اب پھر ڈال دی۔ ہاما۔ ہے تا۔" جمید نے کہا اور پھر

یک بیک سخنیدہ ہو کر بولا۔ آخر سے سختہ بیوی ہو گیا تھا؟"

"ہو سکتا ہے کہ اعصابی اخلاقی کی ریاست ہو۔" قائم کی

بیوی نے کہا۔

"خدا جانے یہ جمید بولا۔

اور قائم کی بیوی اس کی مدارات کے لیے انتقامات

کرنے لگی۔ قائم غائب تھا۔

ایک بار پھر جمید چاہئے کی میز پر نظر آیا۔ جہاں چاہئے کے ساتھ اس کی دوسرا مرغوب چیزیں بھی تھیں۔ وہ قائم اور اس کی سیکرٹری کے مستقبل کے بارے میں سوچا جسیکہ کہ تین تھے

انداز میں پوچھا۔

"جمید بھائی۔" دیکھیے۔ اگر وہ مرگی ہے تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں؟"

"آپ نے اُسے کب دیکھا تھا؟"

"دو گھنٹے پہلے وہ ہم سے گفتگو کر رہی تھی۔"

"مکہن؟"

"دیکھیے۔ تھہرے۔ مجھے شروع سے بتانا پڑے گا۔"

"ضرور بتا جائے۔"

"آج کل قائم صاحب پلٹیڈی سیکرٹری کا محبت ہوا ہے۔"

"یہ نہیں بھائی۔"

"وہ ایک لیڈری سیکرٹری رکھنا چاہتے ہیں تاکہ بڑے اور معلوم ہو سکیں۔"

"بڑی۔ تو پھر؟"

"میں نے سوچا کہ یہ بھوت اُتر جائے تو پہترے سے۔"

آس نے کہا اور اس کے پاس سے قائم کا اوڑینگ کارڈر آمد ہوا ہے اور کاغذات سے پتا چلتا ہے کہ مرنے والی کا نام میں "ڈھونٹا"۔

"یقیناً تھا۔ میں اُسے جانتی ہوں۔ ادھ۔ جمید بھائی خدا کے لیے ہیاں آجائیے۔"

"تنہا آؤں۔ یادس پندرہ کا نیشنل بھی ساتھ لانے پڑیں گے۔"

"ات۔ فوہ۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ اس کی

موت کے ذمے دار ہیں۔ آپ اُسے تو خدا کے لیے:

"کہاں آؤں؟"

"لگھا آئیے۔"

"قائم کو کہیں بھسکا دیجیے۔"

"میں بھی کروں گی۔ جلدی سے آ جائیے۔ جمید بھائی!

خدا کے لیے۔"

جمید نے باشیں آنکھ دبارکر رسیور رکھ دیا۔

چھ دری بعد اس کی دشیں قائم کی کوچی کی طرف جا رہی تھی۔

قائم کو سچ جسچ اس کی بیوی نے کوچی سے کہیں اور

بچھ ریا تھا۔ جمید نے اس کے چہرے پر ہر ایسا اُڑتی دھیں

"میں کہن پاہتی ہیں آپ؟" جمید نے خالص آفسہ ان

حینہ جانتا تھا کہ قائم سالیوں کے معاملے میں بے حد

"تیاز مند" واقع ہوا ہے۔ لہذا اس کرے سے چلا جائے گا۔

جمید نے حیلہ بھی اس کی بیوی کی آواز سُنی اور بولا۔ "ہیلو

"کیا مطلب؟"

"کیا آپ کس ڈھونٹو جانتی ہیں؟"

"ادھ۔ تو آپ آپ ذرا ذرا سی بات کی فوہ میں رہنے

لگے۔" قائم کی بیوی کا بچہ زہر للا تھا۔

"ام۔ تو آپ اُسے جانتی ہیں؟"

"آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"تھہرے۔ بتا تاہوں لیکن وہ خبر آپ دونوں کے

یہ مخوس ہی ہو گی۔"

"جلدی بات ختم کیجیے۔ مجھے درسرے کام بھی ہیں۔"

"میں ابھی تھوڑی درگز ری ایک پستہ قدما فربندام اور

ظہنی سیاہ قام عورت کی لاش میں ہے۔" بھلا تیسا یہے!

"لاش بیوں آپ کیا کہہ رہے ہیں جمید بھائی؟"

"ہاں لاش! اور اس کے پاس سے قائم کا اوڑینگ

کارڈر آمد ہوا ہے اور کاغذات سے پتا چلتا ہے کہ مرنے

والی کا نام میں "ڈھونٹا"۔

"یقیناً تھا۔ میں اُسے جانتی ہوں۔ ادھ۔ جمید بھائی خدا کے لیے ہیاں آجائیے۔"

"چھا آؤں۔"

"میں بھی کروں گی۔ جلدی سے آ جائیے۔ جمید بھائی!

خدا کے لیے۔"

جمید نے باشیں آنکھ دبارکر رسیور رکھ دیا۔

چھ دری بعد اس کی دشیں قائم کی کوچی کی طرف جا رہی تھی۔

قائم کو سچ جسچ اس کی بیوی نے کوچی سے کہیں اور

بچھ ریا تھا۔ جمید نے اس کے چہرے پر ہر ایسا اُڑتی دھیں

"میں کہن پاہتی ہیں آپ؟" جمید نے خالص آفسہ ان

نام۔ آتم پاکل نہیں متول تھا۔ بھی بھی بھی۔"

10

میں بھی میں جو جو دو دو شیوں میں ٹھیک نہیں،  
و اس لئے وہ بھیوں کا تک روپیوں کیم اور اشی  
و پیش کرنے والیوں کی بجز وہ نہیں ہے البتہ شرح ہیں  
اکی بہت کم لوگ اس بات سے واقعیت نہیں  
کہ حیات انسانی ایک خرد کار بر قدر نہ  
سے مستر کر سکتے اور انسان ذہن اور روح  
کی ان درستیوں پر قوت سے عمل پیرا سے۔  
میں پیش کی جویں کوئی جادو دکا علم نہیں بلکہ ایک  
نظام ہے۔ ایک سیاست ہے جس کے ذریعہ  
ایک انسان اپنے ذہن کو مظہر انسان  
کے ذہن سے میلوں کی روکی پر بھی دوڑ  
سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح چیز ایک  
طاقت اور انسان میلوں کے ذریعہ رابطہ تک  
کا حاصل کرتا ہے۔

پہنچ سلسلش اور تاریخ مدنظر کا  
پر عمل کر کے کرنے بھی ماضی کو رکھ دے  
سیسلی پیٹھی کے فن اور مشت کے ذریعہ بہت  
سے لوگوں نے کشف و گرامات و کھلائی کی  
حد تک شہرت پائی ہے۔ زیرِ نظرداران ایک  
ایسے بھی انسان کی آپ بیٹی ہے۔ میری ہر  
میں ہر شخص اپنی رسم کی برقراری طاقت اور ذہن  
کے کنٹرول سے چھپا دیا جائے۔ میں پیٹھی کا میرن  
سکتا ہو۔ میری نظریں کتاب مال، پہاڑی کوہو  
دہلی سے شائع شدہ کتابیں۔ ہر کتاب کیں  
پڑائیں تا پہنچے۔ (جیالن نواب)

کے لیے اپنے کام میں دشمن سے فائز رہنے پڑے۔ قائم کی بیوی کے  
آج اُسے رات کے کھانے پر مدھو کی پتی متصدی تھا اور اُبھی تھا  
بیدی بھی قائم اور اس کی سیکریٹری کی تقریبات میں شریک ہو گئے۔  
سات بجے قائم کی بیوی نے اُسے قون پرچم پاک دلایا  
کہ شام اُسے اُن کے راستہ گزارنے پڑے۔ پھر وہ میں منت کے اندر  
بیاندر قائم کی بوجھی میں ہر جگہ گیا۔

پہاں اچھا جو علاج گا مرد پر پا گئے۔ قائمہ ملت پہاڑ رہا تھا  
اور اس کی بیرونی دُور کھڑی نہیں رہی تھی لیکن اس دُور میں وہ  
نہیں تھی۔ عیین کو دیکھ لقاوم پر گویا ”ڈین“ تحریر کے دوسرے پہنچے  
تھیں اور پہاں کی بات ہے یہ ”عیین“ نے اس کی بیرونی  
کرنے ملکی کیا۔

ایسے پھر جان کیا۔ قاسم رہا۔ تھرست آپکی پڑتال  
میں کہ اس سے ہے؟“ قاسم کی بیوی نے کہیا۔ پس وہ اور  
لیڈر کا مظہر کیا۔

تھے تو یہ تھیں جان کہیں تھے تاہم ناک پر اُنکی رکھ کر بچا۔  
میلارسی بیٹھ کر دوں کی تر پرالی بجاؤس کی؟  
”تھیں بکھر گان پہاڑ رہا صب کو فران کیجیے یہ حیرتے کہا۔  
”ہاں یہ بھیک سبکے ٹھاؤں نے کہا اور دروازے کی طرف بڑی  
دکے اسے سور شہر وہ تاہم نے اس کے پیچے  
درز نے کی کوشش کی مُرود تو یہ بھی رُک چکی تھی۔

لیکن مطلب یو که - شنوندوه کیم پھر آپنیده یو  
فاندر نهاده بود و شایسته شد از تقدیر این اندیشیده

لیے چپ لگ جائیں  
لگ جائے کی لگ جائے گی۔ انشا رب الکریم

پرستے خلواں کے اُنے لشمن دار نہ کوئی کوشش کی۔ وہ بُرنی طرح  
پچھلے گیا تھا میں اس کے اس درجے کا توک یونہجہی ہتا تھا  
ویا۔ اُنے اس عین پروگریم سے ہی نجات ملا شئی۔

کوہ دین کے پیغمبر کی فتوحہ پر مکہت ملکی جوں لیا گئی  
تم کی بوری کے پیغمبر کی فتوحہ کے اثر پا چکے

میری بیویں نہیں ہے اک آنڑا پر لڑکہ ہر دشمن کو  
کھل دستے ہیں اسی پرستے میں میں صورت ہے کہ

اے۔ میں ترجمہ نہ کر سکتا ہوں۔

اور کیا۔ گیر نے اس کی بھروسہ دیکھ لایے

آنکھاں نہیں بنتے ہیں نہ کر سکا ہے۔ مگر آنکھاں پوچھا سکتے ہیں  
کہ شامست کیوں آئی ہے۔ وہ بیٹے رودھو کو کہتا ہے۔ جیسا  
بھائی خدا کے لیے اس بیکاری سے بھی پھر اور اسی طالب  
پڑھے کو دیندے تھے کہاں ہے۔ بہرہ پڑھا کر اسے بیکاری  
کہا دیا ہے۔

فریاد نہستا رہ پھر نمیدھو کر لیوا۔

آئیں تو جو سے شادی کرنا پا چکے ہے یہ

میخراپ اتے خوب بکھرتا ہوں ہیں جو  
خوب کر خشک نہیں کہا۔

غرضی کے تبریز بڑے گین پر نہ جانے کیوں وہ  
عمر کے اس سارک سدا نکلا کرتا۔

”کہتے ہو رہ پریشان ہے“  
”کون ہے؟“

”میں ذہن اور راکن بیٹے پہنچانا ہے کہ ایک بہت  
خوبصورت آدمی کو اس جیسے بیتھ مہرگانی ہے مادر وہ اُن  
کے شادی کرننا چاہتا ہے۔“  
”لیکن یہ میں ذہن لکھن کر رکھی جاتی ہے“  
”اکیک رینیاڑ دو نہیں ہے۔ شاید یہ بیتھ تھام بر لقانے  
کے لئے ہو۔“

”آہر-تپ تراس کی کرنی مالدار جی پا خالہ اثر لقید کے  
چکلے میں اپڑیاں رکڑ رکڑ کر مگنی ہوگی اور یہ سوچواں  
کا ترکہ حاصل کر کے لپیدی ڈھونک کہیں گے گی۔“

مرنے والے ہی کوئی بات نہیں سمجھتے نہیں آئی ۔ ”  
”میں کہتا ہوں آخر اپنے کیوں دلچسپی نہیں لے گے ہیں  
اگر مخفا مٹے میر ”

"اک بیٹے کو روپیں پہنے ہے پر معاشرہ وہ اکثر بڑے

بیک و عریب حالات سے دوچار ہری رہی ہے۔ ان دونوں  
بیک اپاٹک اس کی زندگی میں تقابل یقین واقعات روشن  
ہونے لئے ہیں۔

”رہنمائی کے طور پر“  
”پر اقبال نے کہ تم بکھر اسی کی زبانی سُز بخوبی“

نے کہا در اس ملازم کی طرف متوجہ ہوگی، جو نیز پہلے  
نگاہ (۱۹۷۶)

جیوں نے پرکششیں بیٹھا۔ اُن نے ترویج کی تھی۔

لیکن سالہ بھائیں تو ہوا کب مرستے سے سوالیں پختاں کی تھیں  
جس اُن کے ذہن پر نہ رہ ہوئی تھی۔ وہاں فرضی کیا بیبا! کیا پچاہی  
تھی۔ اُن کی اور انہیں کی کاشتکاری کے تو عینہ تھے بھی انہاڑہ لگا یا تو  
شاکر فرمیدی تھا اُنہیں اُنہوں نیں جوستہ یعنی پر فیروزیات  
کیوں آخ رکیوں؟ اس نہ لائق اگر ہے تو قائم کی یوں کے  
ذہن میں ہم بیاتا؟ پور فرمیدی کو اس سے کیا دلچسپی ہو گئی تھی؟

اچھے ہی نہ پہنچ کر بیٹھا فرزیدی کو ہاتھ لئے اپنی دلکشی  
کا کیوں کہ پس دھواس کے لیے سو طبق روز بن کر رکھی۔  
اور فرزیدی کا کام عالم تھا کہ ہر شام اس سے پس فرو کے مشتعل  
بپرست فرور طلب کرتا تھا لیکن پہنچتے۔ اس کے علاوہ اور  
کافی پہنچتے نہیں، پھر تھی کہ قائم آجھ کل کر کس اندازے  
خواجہ بیان کی رہے اور فرس دھواس کے لیے بھی وہاں جان  
بن کر رکھتی۔ قائم کی پیری ہے صرف فرش نظر کرنے پر اس  
نیاں ہے کہ ان دونوں اس کا ورن - - - - - کی پونڈ بڑو  
گیا ہے۔ آجھ آفس سے والی پچھیدا بھیجا گیا اور فرزیدی  
نے کچھ دیر پہنچتے رہنے کے بعد کہا

”آخر تر اس سلسلے میں کیا معلوم کرنا پڑتا ہوئے  
بھی کہ تیس دھوکہ پختے کیا چاہتی ہے؟ اور آپ نے  
اسے قائم والے انٹرویو کے لیے کہیں بھیجا تھا؟“  
”سب کو منکر فخر ہے：“ فریدی مکاریا ہے اسی لیے میں  
کہیں کہیں پر تھا رے پر دننا چاہتا ہوں ہمیں  
”یعنی منکر فخر کیس اب ہیرے ہی پر دیکھے جانا زیگے۔“  
عیدر اس مشتملہ نہ کرے اوللا۔

تیر کے نہیں یہ مطلب یہ کہ تھاری ذہانت اسی رفت  
پر پڑ زندگانی ہے جب تک صورت شرطیات سے دوچار ہوتے  
ہو۔ اس لیے یہ کسی تم بھر ملر پر پہنچنے مل سکے گے؟  
تیر کے آپ کی محنت کی قدر ہے جب یہ حیدر آئندیں  
ٹکال کر دوں گا۔

میکیا مطلب ہے؟  
اگر آپ نے کیس انگلی تھوڑی پر میرے پر درکار ناشردیع کر دیا  
تھا میرا آپ کی سخت کیا کیونکہ اس میں آج کل آپ کو اس  
بھی دیکھتا ہےں۔ اکثر تنہائی میں ٹھنڈی آہیں بھرتے ہیں  
اور وہ تو میں جانتا ہیں کہ کیس دن یہ تھی میر فزور جو کہ  
اکر آپ کو کسی الگی امور سے بچت ہوئی جیسی کی ملن کرنا

افواز جلگا اسی کے لیے مقدار حس کر رہا ہو۔  
”میں میں تو فون کر دیں گی“

”عجید بھائی سمجھاؤ“ قائم عجید اپنی ہوٹل آواز میں بولا۔  
بپر حال عجید نے اس کی بیوی کو سمجھانے کی ایک سنگ میں  
کئی منٹ تنازع کیے اور جب وہ فون نہ کرنے پر آمد ہوئی تو اس  
نے میں دھوکے متعلق پوچھا۔

”مارے۔ تم بچے جلاتے آئے ہو“ قائم انکھیں نکال کر  
دھاڑک دیکھا۔ چابتے ہو کر وہ ہر وقت میری چھاتی پر سوار رہا۔  
میں نہیں جانتا ہمابن گئی ہے۔ خدا کے اسے ہیفظ ہو جائے۔  
چھاٹ کی ہوڑیں رہ جائے۔

”تم چھپ رہے۔ میں نے تم سے نہیں لوچھا۔“ عجید نے  
خکھ لپھے میں کہا اور اس کی بیوی کی طرف دیکھنے لگا۔  
”وہ اپنے کمرے میں ہیں ہو۔ اپ کو اعتراف ہے“ بیوی نے تیزی سے اس کی  
طرف پڑا کر پوچھا۔

”مارے ہا۔ ہا اور کتنا بھی ہوں“ قائم نے بڑے  
خلوس سے کہا۔ بیوی بڑی تیزی سے کرے سے باہر نکلی۔  
آدمیوں کی بھی ادھر منت آئے دینا۔“ اور عجید پھر پڑا۔  
”ہنس لو۔ ہنس لو“ قائم نے دانت نکال کر زہر سے  
بچے میں کہا۔ ”اللہ نے چاہا تو کبھی تم پر بھی بگب نازل ہو گا۔“

”ابے میں نہ کیا کیا۔“ عجید نے سخت ہوئے انگھیں نکالیں۔  
”تم قیوں آئے ہو۔ قیوں نے بلا یا ہے“  
”بچے میں دھرتے بلا یا ہے؟“

”قیوں؟“  
”پتا نہیں۔ شاید وہ بچے سے مشت کرے گی۔“ عجید نے  
پر پرانی سے کہا۔

”اوہ۔ آپ یہ مس دھونے ناپابھرت سے کہا۔ اس  
کے پشت چہرے سے قوبیدہ باتی تغیر کا اندازہ کرنا قطعی نا ممکن  
تھا۔ بچے ہی کی ناپابھرت سمجھی کیجی۔ سوچا جاسکتا تھا کہ وہ بھی جذبات  
کے عاری نہیں ہے۔“

”ذرا کسے تو دیکھو۔ میں تھیں چلنج کرتا بھوں۔ لاث  
صاحب ہو گے اپنے گھر کے“  
”تمیز سے بات کرو بیٹا۔ میرے کافوں نے سُنابے۔“

”جھاٹیا تھا“ قائم اڑا گیا۔  
”میں جانتا ہوں تم دل سے جاہتے ہو۔ ان کی مت  
نہیں مریں گے تو زبردلوادو گے۔ میں انھیں فون پر پوشیدار  
کیے دیتا ہوں۔“

”تم ہی سمجھاؤ۔ عجید بھائی“ قائم نے بس کر اس سے کہا۔

عجید نے سوچا کہ اس وقت وہ قائم کو ہزاروں ناچایاں  
دے سکتے ہے۔ اس کی پیشانی پر تھکن تک نہ آئے گی۔ لہذا

”ایک الیسا آدمی مجھ سے شادی کرتا چاہتا ہے“ جو سہیت  
خوب صورت ہے۔ مالدار ہے اور عمر میں مجھ سے چھوٹا ہے۔“

”ابھی اس کی نوبت تو نہیں آئی کہ حکمر سراغنی شادی  
بیاہ کرنے کے ادارہ میں تبدیل ہو جائے“ عجید نے طنز  
بچھے میں کہا۔

”آپ نہیں سمجھے یہ مس دھو مسکرانی اور عجید نے  
اس کے چہرے سے نظروں ہٹایا۔ مس دھونے کچھ دیر  
بعد کہا۔ اس سے تھوپیں برس پہنچے بھی میں ایسے ہی ایک واپر  
سے دوچار ہو کر نہ جانے کیا کیا تھکنٹ پھی ہوں اور ان دونوں  
میں سرکاری اپٹال میں نہ تھی۔“  
”وہ بچر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی اور عجید کو تاذ ایگا اور  
اس نہ کہا۔

”میں سرکاری اپٹال میں نہ تھی ہوتے کے لیے بھی کسی  
پُر اسرار ملے سے لگ رہا پڑتا ہے۔“

”مکھری ہے۔ میں بتاتی ہوں۔ میری کچھ میں نہیں آتا گھاں  
سے شروع کروں، مگر گھاٹان صاحب! خدا ان طرز پر بچا اختیار نہ  
کیجیے۔ میرے حالات مغلک خیر مگر جیسا نہیں ہیں۔ کتنی صاحب  
کاروائی تو پے حد ہو در داڑ رہا ہے۔“

”ایسا شریف پویس افسیر آج تک میری نظرؤں سے نہیں  
گوڑا۔ بچے بالکل ایسا معلوم ہوا تھا جیسے باپ یا ہر دبڑے  
بجانے اپنا درتا درودی ہوں میں تو ذرتے ذرتے ان کے  
پاس گئی تھی۔ میں بھتی تھی بڑے خوچا کا گھوڑا ہوں گے۔ مگر میرے  
خداوہ تو خدا کی رحمت ہیں! ان کے قریب رہ لایا تھا ہمیں مھوں  
ہوتا ہے، جیسے چلچلاتی ہجری دھوپ کے سماں کو کسی تنادر اور  
گھنے دھرت کی چھاؤں نصیب ہو گئی ہو۔“

”مس دھو بیٹر۔ غیر متعلق یاتیں نہ چھڑا تو پہنچ رہے“ عجید  
نے مکھری کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے بچے میں فرمی پیدا کرنے  
کی کوشش کی۔

”اپٹال میں ایک ڈاکو تھا، جگان العریقا، صحت مند تھا  
لیکن اتنی خوفناک شکل والا کوئی مریض پھر کوئی کوئی کے پاس  
نہیں لے جاتے تھے کہیں بیان نہیں کر سکتی کہ وہ تھا یہ صورت  
اور دڑاؤ نہ تھا۔ شاید اس کا بمالی ہی بہترانماں اس کی موجودی  
کا باعث بننا تھا، دند میڈیکل بورڈ کی ایسے کرنی کو رکھنا کب  
پندرہ تھا۔ جسے دیکھ کر بھی مریضوں کی حالت فیرو جاتی تھی۔  
وہ سر جری کا ماہر تھا۔ تاذکے نے تاذکے اپنے اتنی صفائی سے

”اپنے بھائی رے بھائی لے جاؤ اسے بیان سے“  
قائم شہپر یا

”چھر تم کیا کرو گے تھیں لیڈی سیکرٹری کی ضرورت ہے  
جانتا ہوں کہ قائم مسٹر ہے، چارا ہے، مردو ہے، کوچا ہے  
کلہری کی بچھی نے ذہلنے کی چکلا کر دیا۔“

”اچھی بات ہے۔ بچھے مس دھو کے کرے تک لے  
چلو۔ میں اسے بیان سے بھسکانے کی کوشش کروں گا۔“

”چلو۔“ قاسم خوش ہو گیا۔  
”مگر ہماری گھنٹوں چھپ کر سننے کی کوشش مت کرنا؟“

”الا قم اگر کروں تو رانڈ ہو جاؤں۔ رانڈ۔ اسے نہیں۔  
وہ کیا کہتے ہیں۔ بھٹکے سے کہتے ہوں گے بچھے۔ نہیں عجید بھائی  
نہیں میں بہت فور چھاؤں کا کمرے سے۔“

”ہمیں چھر کر چینک دوں گا۔ جاکر تو دیکھے اور نہیں تو کبلا  
میں نہیں ڈرتا کسی سے...“ قاسم نے کہا اور عجید کا باخچہ پکڑا  
ایک طرف پھینخنے لگا۔

”مس دھو کے کرے کا دروازہ بند تھا۔ قاسم اسے دیں  
چھوڑ کر واپس آگئا۔ عجید کو قیعنی تھا کہ قاسم چھپ کر ان کی گھنٹوں سے  
کی کوشش نہیں کرے گا۔“

”چھے میں دھرتے بلا یا ہے؟“  
”قیوں؟“

”پتا نہیں۔ شاید وہ بچے سے مشت کرے گی۔“ عجید نے  
پر پرانی سے کہا۔

”اوہ۔ آپ یہ مس دھونے ناپابھرت سے کہا۔ اس  
کے پشت چہرے سے قوبیدہ باتی تغیر کا اندازہ کرنا قطعی نا ممکن  
تھا۔ بچے ہی کی ناپابھرت سمجھی کیجی۔ سوچا جاسکتا تھا کہ وہ بھی جذبات  
سے عاری نہیں ہے۔“

”ذرا کسے تو دیکھو۔ میں تھیں چلنج کرتا بھوں۔ لاث  
صاحب ہو گے اپنے گھر کے“

”تمیز سے بات کرو بیٹا۔ میرے کافوں نے سُنابے۔“  
”جھاٹیا تھا“ قاسم اڑا گیا۔

”میں جانتا ہوں تم دل سے جاہتے ہو۔ ان کی مت  
نہیں مریں گے تو زبردلوادو گے۔ میں انھیں فون پر پوشیدار  
کیے دیتا ہوں۔“

”میں سے کہا تھا کہ میں تفضیل تھاری زبان سے  
ستھان چاہتا ہوں۔“

”پکھنے سے پہلے اسے پوری طرح ہنپی ضبط کرنے کی کوشش  
کرنی پڑی۔“

”آپا جان“ وہ آخر کار بھی بیسیں نے کربلا۔“ میں  
جانتا ہوں کہ قائم مسٹر ہے، چارا ہے، مردو ہے، کوچا ہے  
اور پتا نہیں کیا کیا ہے تکین اس بار معاف کر دو۔ خان بھادر  
صاحب سے شکایت نہ کر دو۔“

”اور کیا؟“ قاسم نے سر ہلاک گھنٹے میں خود ہی کہتا ہوں کہ  
میں بالکل اگر دھا ہوں۔“

”آپ کو اعتراف ہے“ بیوی نے تیزی سے اس کی  
طرف پڑا کر پوچھا۔

”ارے ہا۔ ہا اور کتنا بھی ہوں“ قاسم نے بڑے  
خلوس سے کہا۔ بیوی بڑی تیزی سے کرے سے باہر نکلی۔  
آدمیوں کی بھی ادھر منت آئے دینا۔“ اور عجید بھائی  
نہیں میں بہت فور چھاؤں کا کمرے سے۔“

”ہنس لو۔ ہنس لو“ قاسم نے دانت نکال کر زہر سے  
بچے میں کہا۔ ”اللہ نے چاہا تو کبھی تم پر بھی بگب نازل ہو گا۔“

”ابے میں نہ کیا کیا۔“ عجید نے سخت ہوئے انگھیں نکالیں۔  
”تم قیوں آئے ہو۔ قیوں نے بلا یا ہے“

”بچے میں دھرتے بلا یا ہے؟“

”سالا بھی میں آتا یا قروں۔ ابے ابا جان بکب روئے تم؟  
وہ ماقد اخبار کھینا۔ مگر شاید یہ جگہ بد جوابی ہی میں زبان سے نکلا  
تھا کیوں کہ اس کے بعد بھی ایسا معلوم ہجھا چیسے فرشناہ موت نے  
اس کی روح قبض کر لی ہو۔ چہرے پر ہوا بیان اڑانے لگیں۔  
آنکھیں دریان ہو گئیں۔“

”بیوی کہا تم نے؟“ بیوی آنکھیں نکال کر فرشناہ۔  
”ارے بابا سے یہ قاسم نے سہم کر آنکھیں بند کر دیں  
اور کافی ہوں آواز میں بولا۔ ملکتی ہو گئی۔ یہ سالی زبان پسل جاتی  
ہے۔“ چھر چھوڑ کر بولا۔ خدا کے لیے ماچہ کر دو۔ میں جیان  
کاٹ کر چینک دوں گا۔ خدا کے میں مرجاوں کا۔ ابا جان پر  
سویان ہو جاؤں۔“

”اس کی بھی منڈ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ دراصل وہ ہنپی ضبط  
کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔“

”تم بھی سمجھاؤ۔ عجید بھائی“ قائم نے بس کر اس سے کہا۔

”عجید بھائی کی تھیں اسی تھیں۔“ قاسم اڑا گیا۔

”میں جانتا ہوں تم دل سے جاہتے ہو۔ ان کی مت  
نہیں مریں گے تو زبردلوادو گے۔ میں انھیں فون پر پوشیدار  
کیے دیتا ہوں۔“

”قائم بھی ایک بار پھر تھا تھیں آگئا۔ ذہنی دوچھوڑتے  
راستے پر آگئا اور اس نے کیا تھا، نہیں کیا تھا۔“ یہاں پر  
وہ تم سے می شق کرنے لگی ہے۔

”تم بھی سمجھاؤ۔ عجید بھائی“ قائم نے بس کر اس سے کہا۔

”عجید نے سوچا کہ اس وقت وہ قاسم کو ہزاروں ناچایاں  
دے سکتے ہے۔ اس کی پیشانی پر تھکن تک نہ آئے گی۔ لہذا

پڑا تھا۔ اس کا چہرہ اتنا بھائیک تھا کہ اس کے بیان کے لیے الفاظ تلاش کرنے میں بھی دشواری ہوتی۔ قبول ڈول کے معاملے میں قائم سے میں ہی تھا۔ بابس بے حد عجیب جو تو پوش بھی تھا اور مریان کا منظہ بھی۔ جو چیز اس نے جنم کے پنځے چھتے پر پہن رکھی تھی ٹانگوں سے چپک کر رکھی تھی اور اپری جستے پرچڑ سے کی جیلت تھی۔ سر پر بڑے پالوں والی سفید ٹوپی تھی جسے شاید سنبھالے رکھنے کے لیے ایک چری تسر ٹھوڑی سے کپیوں تک کسا ہوا تھا۔

”مس ڈھونو کو میرے حوالے کر دو“ وہ حمید کو ٹھوڑا ہوا بولا۔ حمید کی پلکیں چپک گئیں۔ اُس کی ہمکیں بے حد چکلیں بھیں۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ اُس سے ہمکیں نہیں ملا سکتا اور پھر اب اُسے احساس ہوا کہ ذکر بھی دہان سے تھک چکے ہیں۔

”تم کون ہو؟“ اُس نے اپنی آواز میں گرج پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ مگر وہ صرف کاپ کر رکھی۔

”میں کوئی بھی نہیں ہوں۔ مس ڈھونو کو گذاو۔“

”تم چپ چاپ ہیاں سے چلے جاؤ۔ درنہ بہت بُری طرح پیش کوئی گا۔“ حمید نے محسوس کیا کہ اُس کا لامبی چوپ خوفزدہ سا ہے اور اسے اپنی کمزوری پر تباہ کیا۔

”سامنے سے ہست جاؤ۔“ غوف ناک اجنی فراہیا۔ حمید نے اُس کی آنکھوں کی وحشت بڑھتی ہوئی سی محسوسی دہ بآسانی گشت و خون کر سکے گا۔ حمید نے اُس کے تیور دیکھ کر سوچا اور دُسرے ہی لمحے میں اس کا ریو اور کوٹ کی جیب سے باہر آگیا۔

”یکا ہے؟“ خوفناک اجنی نے پوچھا۔

”پچھے ہٹو درہ گولی مار دوں گا۔“

”مار کر دیکھو“ وہ حمید کی طرف تھپٹا اور حمید نے اُس کے پیروں پر فارز چھوٹ کھڑا۔ اور پھر اتنا زور دار دھماکا ہٹو اک فائز کی آواز اس میں دب کر رکھی۔ حمید کو دھمکا سالگا اور وہ بھی پچھلی دلیوار سے ٹکر کر دیکھ رہا۔ لیکن سوچنے کی صلاحیت باقی تھی۔ کافلوں میں سیٹیاں سی نجح رہی تھیں، شاید یہ دھماکے کا اثر تھا۔ وہ بُری تیزی سے دروازے کی طرف چھپی لاکر تھری سے ٹکچھے ہٹ آیا۔

”اُس سے میتے مخیں کرے میں بند کر دیا ہے۔ پتا ہے یہ ہو جائے۔ اور بہار کے دروازے بند کر دیے ہیں لیکن بھی بھی دروازے توڑ دلانے کی دلکشی دے رہا ہے۔“ حمید بڑھتا چلا گیا۔ اس کے پیچے مس ڈھونو قائم کی بیوی بیان مستعار ہا۔

”وہ کہہ رہی تھی۔“ ایک شام میں تھیڈر دیکھنے کی تھی۔ آغا حشر کا کوئی ڈراما اسٹیج کی جانبے والا تھا۔ میں تنہا تھی۔ وہاں ڈاکڑ دو بے سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بھی ڈراما دیکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

”میں ڈھونو کو بہر نکالو۔“ بھر انہیں بھاری آذان۔ حمید مسکرا کر قائم کی بیوی کی طرف مڑا۔

”آپ قائم کو احق سمجھتی ہیں محترم۔“ اُس نے کہا۔ وہ اس وقت کتنی شاندار ایمنٹ کر رہا ہے۔“

”اوہ۔ تو کیا؟“

”میں ڈھونو یا ہر آفے“ بہر سے پھر آواز آئی۔ ”ورنہ ایک یک کو جھن جھن کر قتل کر دوں گا۔“

”میں ڈھونو کے چہرے پر ہماں ایسا اُڑ رہی تھیں۔“

”جہیں صاحب“ ایک نے اپنے ہاتھ پر خود کو بڑا بھلا کہتی رہی۔ اور سوچتی توں چپ چاپ مڑ گئیں۔ ملزیں دیں وہیں موجود رہے۔ حمید تین سے پچھے سے کہا۔

”رقم لوگ دروازے کے تریب دیوار سے چپک کر رجاؤ۔ جیسے ہی دروازہ ٹھکے اُس پر ٹوٹ پڑنا۔“

”دروازے کھولو دو۔ میں دیکھوں کا یہ کون ہے؟“

”میں کیا مطلب؟“

”ہم نے اُسے کمپا ڈنڈیں روکنے کی کوشش کی تھی۔

”چاروں پیٹ لگتے تھے۔ لیکن اُس نے رجیب کو اپنے سر سے اور پچا اٹھا کر تیخ دیا تھا جناب۔“

”میں ڈھونو“ بہر سے پھر آواز آئی۔

”دروازہ کھولو دو۔ میں دیکھوں کا یہ کون ہے؟“

”دُسوں سے طازم ڈرگ اندر جاں آئے ہیں۔“

”حیدتے دیکھا کوہہ مسکلار ہی ہے۔“ جانتے کیوں اُس کی ہڈیاں مٹلک کر رکھیں! اُس کی سکراہٹ ایسی ہی زہر لگتی تھی۔ اُس نے فوراً ہی اس کے چہرے سے نظر ہٹا لی بیوی بیان مستعار ہا۔

”وہ کہہ رہی تھی۔“ ایک شام میں تھیڈر دیکھنے کی تھی۔ آغا حشر کا کوئی ڈراما اسٹیج کی جانبے والا تھا۔ میں تنہا تھی۔ وہاں ڈاکڑ دو بے سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بھی ڈراما دیکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

”میں ڈھونو چھلاؤ چھلاؤ تو بدھنور توں کے اس جوڑ سے فریکایا قیامت دھانی ہو گی۔“

”س ڈھوبی سے ساختہ ہنس پڑی۔“ حمید مرف مسکرا یا تھا۔

”چھ دریجہ دیکھ بُری۔“ بہاں تو جناب۔ لیکن ہمیں دیکھ دیکھ دیکھ بُری۔“

”بُری ہے تھے۔“ بھر گئی نے ڈاکڑ کو اُس ہوتے دیکھا۔

”بے حد تھی ہو گی تھا۔“ ہم نے بُری بُری دل سے ڈراما دیکھا۔ لیکن ساتھ ہی میں اپنے خیالات پر خود کو بڑا بھلا کہتی رہی۔ اور سوچتی رہی کہ مجھے ہر حال میں اُن کا دل رکھنا چاہیے، سب اُس سے نفرت کرتے ہیں۔ شاید وہ اسی توقع پر میری طرف چک رہا۔

”کیسی بدھنور ہوں مجھے بھی کوئی نہیں پوچھتا۔“ شاید اسے نرگوں۔“

”وہ خاموش ہو گئی۔“ حمید کو بھی چونکہ پارکنڈ کوٹی کے لئے جسے میں شوہر رکھتا۔ حمید اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے یاد رکھ لیا۔

”ہمیں کیا مطلب؟“

”دروازے سے نکلتے ہیں وہ اسی سے مسکرا یا اور اس کی بچھنی۔“ یہ قائم کی بیوی تھی۔

”حمدید جانی۔“ خدا کے لیے جلدی چلے۔ پتا نہیں وہ کون ہے؟“ اُس نے ایک ملزام کو چنچ دیا اور اپ بہر کرنا لکھا رہا ہے۔ دُسوں سے طازم ڈرگ اندر جاں آئے ہیں۔“

”حیدتے دیکھا کوہہ مسکلار ہی ہے۔“ جانتے کیوں اُس کا حملہ ہے؟“ مٹلک کر رکھیں پر تار کی بھی اس کا قیڑیں دیں دھنیں دھنیں ہوتا چاہرہ شروع شروع میں۔

”تفاقہ آپ پیش کرتے دقت ہی لگا یا کرتا تھا۔ ایک مریضہ اُس کی شکل دیکھ کر بھی اچھے مار کے ہوش ہو گئی تھی۔“

”میں نہیں بھی جناب“ وہ چونک پڑی۔

”مطلب یہ کہ ادھر منیض نے جلدہ دیکھا اور اُس کے پہلے گلہڑ پا ہوا کہا“ حمید نے کہا۔

”پھر کلوزی قارم کی حضورت کہاں باقی رہی؟“

”بھی ہاں“ وہ نہیں پڑی۔ ”ہر تاریخی چاہیے تھا، مگر اس واقعہ کے بعد سے اس نے یو شش کی تھی کہ آئندہ اس کا کوئی ایسا میں جس کا آپ شیخ ہوتا ہوا اس کا چہرہ دیکھ گئے۔ ہاں تو وہ بیکھر پڑا تھا۔ سب اُس سے نفرت کرتے تھے۔ اُسے کوئی بھی دوست بتانا پسند نہیں کرتا تھا۔ غور تیس اس سے دُسوں جانی تھیں میں نے اُس کے ساتھ کوئی عورت نہیں دیکھی۔ نر میں اس کے قریب جاتے ہوئے ڈرق تھیں۔ میں نے بھی کسی نر کو نہیں دیکھا کر اس سے کام کی باتوں کے علاوہ اور کسی قسم کی باتیں کی ہوں۔ وہ نہ رہا خاموش ہی رہا کرتا تھا۔ بھی کسی سے غیر منوری لفڑکوں کو تاہماں نہیں دیکھا گیا تھا۔“

”مگر“

”مُلہر یہ سپین اب میں اصل معاملے کی طرف آرپی ہوں“

”جسے آپ دیکھ رہے ہیں! مجھے بھی بھی کمی نے گز نہیں کاہید دیکھ رہے ہوئے پر پیری بُری نہیں اڑاتے ہیں۔ اس لیے مجھے ڈاکڑ دے دیجے سے ہمدردی تھی لیکن مجھے اس سے خوف معلوم ہوتا تھا۔“

”اس سے ڈرق تھی۔“ اس کے سامنے پیش کیتے ہیں کاشکار نہیں بنایا۔ بھی میرے یہ چڑھا اسٹریٹ کا منظہ بھی نہیں کیا۔ خوبصورت زمرہ کو دوہارہ توڑ دوں گا۔ اسے ٹکڑوں میں تھاری گردنی کیا۔“

”لیکن مجھے کبھی تیخ کلائی نہیں کی۔“

مارے حمید جانی۔ میرا کمال ہے کہ اس کی دو فوں  
ٹالکیں تو تھیں ہیں۔ قاتم نہ کہا۔  
اوہ۔ اسے تو بھول بھی گی تھا۔ حمید بچر فون والے  
کرے کی طرف پڑت گیا۔ قاسم اس کے پیچے تھا۔  
اس بار حمید نے سول اپنال کے بزرگوں کے لیے  
بھروس لگائی طلب کی اور بچر قاسم کے ساتھ اس کرے ہیں  
آیا جمال بے ہوش رجبا ایک شہری ہے پاگھری بھری سائنس سے  
تھا۔  
اوہ۔ ہا۔ یہ دو فوں بخُدیاں متورم ہیں۔ حمید نے  
کہا۔ یقیناً پیر بے کار ہو گئے ہیں۔  
”یہ سب تیاہ کیا حمید جان؟“  
”ابی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر فادل جو تمہاری سیکھ رہی ہے۔  
”مارے دشمنوں کی جگہ ہے موت تھی۔ تم فادل کی کہبے  
کہ۔ جبل بھروس اسلام کو مددی سے۔“  
”میں کچھ نہیں کر سکتا۔ کریں صاحب کو فون کیا ہے؟“  
”مارے تو میں یقینیں گے۔“ قاسم جمال سے ہوئے  
بیٹے میں پڑا۔ دشمنوں  
”خوش رہ جاؤ۔“

حضرت حاضر کی الف نیشنی  
اردو زبان کی طبیعت تین کہانیاں  
ایسے ہے ایساتھ کھذات لئے وہیں کی اکیوں سے  
دوسروں کے کوئی کوئی نہیں تھا۔ اور دو گوں کو اپنے سوچ  
کے اشاروں پر چلاتا ہے  
ثی۔ سچی کے پاہر فوہاد علیٰ قیمود کی دلخانی تھی۔  
بچپنے تو بھوئے پاکستانی سپسز ماجنٹ میں شائع ہوئی۔



حسن کندھیچیان سطح مطربہ ہر ہیں  
• راوی: فرهاد علی قیمود زو قلم: صحی الدین فواب  
دیوانے اپنی طوات کی بنیاد پر طویل ترین کامیزوں کا ریکارڈ ٹو ٹو ڈیا ہے۔  
ڈاشٹ سائز کے اب تک 8000 صفحات شائع ہو چکے ہیں جو نام کتابی  
سائز کے 32000 صفحات کے برادر ہیں۔  
بہباد کت دیوتا کے بلائیٹ حصے شائع کر چکے ہیں۔  
• قیمت: بھی حصہ رف ۳۰۰۔ ۲۵ روپے + محلہ کار ۱۰۰۔ ۲۵ روپے  
اگر آپ نے اپنے تکمیل دیوتا“ نہیں پھر اونیسا کے بہری نہیں تو اسے  
خوب رہے گے۔ بہاری روپی ہے اپ صرف دیوتا کے ۱۵۰ صفحات پر مدد  
یجھے پھر اپ دیوتا مکمل کے بغیر دستار نہ پائی۔  
کے ۱۰۰ روپے۔

”ہا۔ یہ نظر ہے۔ جلدی کرو۔ درود سردی سے اک  
کر مری جائے گا۔“ حمید دو لاٹا جا پھر اندر آتا اور دوسرے دو کی  
باتوں کا جواب دیے لیزے سید صاحب کے ہیں جہاں بیجا جمال فون  
تھا۔ بڑی تیزی سے ٹھر کے بھر ڈالی کرے۔  
فریبی دوسری طرف موجود تھا۔

”قاتم کی کوئی میں فور پہنچے۔ یہاں ایک داش ہے۔  
”میں کی؟“

”آپ آئیے۔ فوج پر میں بھر نہ بتا سکوں گا۔ مطلب  
یہ کوئی کوکش بھی کروں توقعات من دم غیابان رکھن  
گا۔ جلد آئیے۔“

”اچھا۔“ دوسری طرف سے سلامتی ہوئے کی  
آواز آئی۔

اب حمید کو بچر قاسم کی بیوی اداہس دھوکا سامنا کر پڑا۔  
وہ کون تھا جناب یہس دھوکے کا پتی نہیں ہی تو ادا  
میں بچہ۔

”یہ تم کی بتا سکوں“ گھینا ٹھیں لکھا کر غزا یا۔  
”تمہیں یہاں سے لے جائے کا مطالبہ کرنے والا  
تمہارے لیے ابھی تو نہیں ہو سکتا۔“

”میں نے اسے دیکھا کب تھا جناب؟“

”اُس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“  
”بچر جو آپ کا دل چاہے گے۔ میں تو نہیں جانتی  
کہ وہ کون تھا اور مجھے کیوں لے جاتا چاہتا تھا۔“ وہ طبری  
کیا وہ سبھت خوب مسخرت آدمی تھا۔

”بے حد“ حمید کی مسکراہت زہری تھی۔  
”اوہ آپ نے اسے مارڈا۔“ وہ سیخ اور نہاد میں جنگی  
”شورت پیا۔“ ابھی تھیں اس پر اسے کا طلب کی  
سمجھا ناپڑے گا۔“

”میرے خدا۔“

”اپ پے حمید بھائی قہاں ہو؟“ عمارت کے کسی گوشے سے  
قاتم کی آواز آئی اور سا تھی۔ یہکی طازم دروازے میں دھکائی دیا۔

”ادھر۔ آؤ۔“ حمید نے اسے آواز دی۔ ”اس عورت  
کے ساتھ رہو۔ یہ بھل گئے نہ پا سے۔“

”دوسروں سے سے راجہاری میں آیا۔ یہاں قاسم سے  
ڈی بچر جو گئی۔“

حمد کر سے سے راجہاری میں آیا۔ یہاں قاسم سے  
ڈی بچر جو گئی۔

باتی تھا یکن وہ لاش؟  
حمد اسے ٹھوڑتے لگا کہ وہ کسی چیت سے اگرے ہوئے  
شہیر کی طرح کمرے کے دستیں پڑی تھی اور اس پر ایک بول  
میز اپنی پڑی تھی۔

”اوہ۔“ حمید کی آنکھیں بیک بیک حرمت سے چھوڑیں۔  
لاش کا سر کہاں تھا؟ شاہزادے سے سرگون سیت غائب تھا۔  
اور شاہزادے کے درمیان غار سے گاڑھا کا تھا خون ایں رہا تھا۔

”اُسے۔ یہ تو بالکل مر گیا۔ اُسے باپ رے۔“ اُس نے  
قاتم کی آواز سُنی اور جو نک کر مر۔

”یقہ رہے تھے قوم تے اسے غولی ماڑی ہے۔“  
حمد نے ابتداء میں سرہا دیا۔ اور قاتم نے اس سے  
بھی زیادہ زور زور سے گردن ہاٹا۔ غاباً اور اس جواب پر جلا  
گیا تھا۔

”ابے۔ تو یاہر لے جا کر غولی ماری ہوئی۔“ سارے کرے  
کا سیتا ناس کر دیا۔“ قاسم دھما۔

”خاموش رہو۔“ حمید نے سخت بھی میں کہا۔ مجاہد ہاں  
سے کوئی ادھر نہ آئے۔“ سرکاری حکم ہے۔“

”ہائے رے سر قاری حکم۔“ قاسم ہاتھ پنجا کر پڑا۔“ ابے  
تم تکلی جاؤ۔ میری کوٹھی سے درد اچھا نہیں ہو گا۔ تم سلے گوں  
ہو۔ چھاں جاتے ہو۔ اور ہاں اسکاں سے لائیں جسی ہیں۔“

”پے ہو دی موت کرو!“ میرے ساتھ آئے۔ پتھریں جیلانہ ہے  
ہے یا مر گیا۔“

”تیوں؟“

”اُس نے اسے اٹھا کر تھی دیا تھا۔“

”اوہ تو وہ بے جیا۔ پہر سے جیا۔“ لکڑا ہو گیا۔

”چلو آؤ۔“ حمید دروازے کی طرف پڑ چکا۔

کپاڑا نہ سنان پڑی تھی۔ وہ بچا نکل کی طرف کوٹھری میں  
چلا گئے کیوں کہ جیا چکیدارقا اور جا نکل سے طلاق کوٹھری میں  
رہتا تھا۔

”اُس نے اسے ایک ڈھیر کی شکل میں زین پر پڑا دیکھا۔  
سائنس چل رہی تھی میں وہ بے ہوش تھا۔ ظاہری چوتھت کہیں  
تلزان آئی۔ زین پر خون کا بلکا سادھتہ بھی نہیں تھا۔“ اسے میں  
قاتم بھی دھاں پہنچ گیا۔

”اُسے اٹھا کر اندر لاؤ قاسم۔ میں قون کرنے جا رہا ہوں۔“

سید علیہ کھڑا ہو سکتا بچر راہداری میں بھی کرے  
آیا۔ گروہ اتنا بھر انہیں تھا کہ سافی نہیں یعنی میں بھت  
و دشواری ہوتی۔ وہ گھنٹوں کے بھی ریٹنٹار ہا۔ راہداری کے  
سرے پر کوئی تھی کے دستیں پڑی تھی اور اس پر ایک بول  
پر کسی کوئی سیکھ سیکھنے کے اخراج کھڑے اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے  
اگلے چھنٹا شروع کر دیا۔

”اُنھیں کرے سے نکا لو۔“ قاسم کی بیوی چینی  
اور اس کے بعد حمید کی طرف دوڑ پڑی۔

”کیا ہوا حمید بھائی۔“ اُنھیں لگ کی تھی۔  
”میں نہیں جانتا۔“ حمید نے کہہ کر رُختے کیوں ہوئے۔

”چھر۔ چھر۔ دھوال۔“ یہ دھوال کا

”میں نہیں اسے گولی مار دی۔“

”ایسا۔“ قاسم شور جاتا ہوا راہداری میں داخل ہوا۔

”اوہ۔ آغ۔ آغ۔“ جھا غور سا لو۔ یہاں کوئی ہو رہے ہے۔

ارے اوگھری جل کر رہا جائے گی۔ لفڑی ہاں سے کتنا دھوان ہے۔

”اگلے نہیں ہے صاحب۔ صرف دھوال۔“ پشتے سے  
کھی نے کہا اور قاسم اٹھ پڑا۔

”میں دوسری طرف سے جا کر دیکھ آیا ہوں۔“ اگلے نہیں  
ہے۔“ ایک طالزم پانچتاہنا کہہ رہا تھا۔ مگر دراٹنگ روم میں  
خون ہی خون ہے۔ صرف دھوال۔“ پشتے سے لاش ہے۔ اُسے

باپ رے۔“ اُسے باپ رے۔“ قاسم نے اچھل کر اس کا آخری

چلکر ہے اور حمید کی طرف جھیٹتا ہوا بول۔“ اسے تم کھڑے منڈ کی  
دیکھ رہے ہو۔ میری کوٹھی میں لاش کیسی؟“

”میں دھیکہ ہو۔“ دھیکہ آہستے سے دراٹنگ روم کی طرف  
تھا کہ کچھ دھول سکے۔

”دھونیں کا جنم پڑھنے سے کشفت کر ہو گئی تھی۔“ وہ  
دراٹنگ روم میں داخل ہوا۔ یہاں سادھوں والے

خدا اور جعلی رات اُس کی کہانی بھی ادھوری رہ گئی تھی۔  
پہلیں اپنال کے انچارج ڈاکٹر خان نے ان کا استقبال  
بڑی لذیذیتی سے کیا۔  
”کیا آپ کا اطلاع مل گئی تھی؟“ اُس نے فریڈی سے پوچھا۔

”کسی اطلاع؟“

”دوسری لاش کی؟“

”دوسری لاش۔ میں نہیں بھیا۔“

”ویری ہی بے سر کی دوسری لاش؟“

”اوہ۔ تو کیا۔ دوسری کوئی لاش جی ہے؟“

”مجھے ہاں۔ مردہ خانے میں موجود ہے پہلی اور دوسری  
میں آپ ذرہ بایار بھی فرق نہیں پائیں گے، جسمات، بلباس اور  
مروت کی نو عیت کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں۔“

فریڈی کی پہشان پر سلوٹیں انجرا ائیں۔ ڈاکٹر خان اُنھیں  
مردہ خانے کی طرف سے جا رہا تھا۔

پہاں جسید نے دوسری لاش دیکھی۔ بچپن لاش کا ناخ شکر

قفور اب بھی اس کے ذہن میں محفوظ رہتا۔ دونوں میں اُسے  
کوئی واضح فرق نہ محسوس ہگا۔

”یہ دوسری لاش کہاں سے ملی ڈاکٹر؟“ فریڈی نے پوچھا۔  
”تفصیل سے میں ابھی پہنچتا۔ آگاہ نہیں ہو سکا۔ ویسے اس  
لاش کے سلسلے میں کسی سرجوزہ نہام سنتا ہے۔“

”معینی؟“

”یہ لاش اسی کی وساطت سے پہلیں تک پہنچی تھی۔“  
”خیر۔“ فریڈی واپسی کے لیے مرتا ہوا بولا۔ ”میں اس  
لاش کے متعلق گفتگو کرنے چاہتا ہوں جس کا آپ پوسٹ مارٹ  
کر رکھے ہیں۔“

”درست ملک تکمیل کیجیے۔ مجھے بعض حرمت ایگزیکٹوں  
سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مجھے بے عد خوشی ہو گی کہ اگر ان کے  
متعلق آپ سے گفتگو کرنے کا موقع فیض ہو سکے۔ ڈاکٹر خان  
نہ کہا۔

”وہ اس کے آپ میں آئے۔“

ڈاکٹر خان نکر منذر نظر آ رہا تھا۔ جب وہ اطمینان سے پہنچ گئے  
تو اس نے کہا۔

”کرنل میں آپ تک سینکڑوں لاشروں کا پوسٹ مارٹ کر  
چکا ہوں اور اپنے اٹھائیں ساد تجربے کی بناء پر کہہ رہا ہوں کہ  
یہ میرے لیے پہلی لاش تھی۔“

”آس کرے میں تھا رے دیوار کی گھولی مل گئی ہے۔“ وہ  
لطف سمت کی دیوار میں ٹھرا کر دیں رہ گئی تھی۔“  
”مخفف سمت کی دیوار سے کیا مطلب؟“ حمید کا بچہ  
چھوڑا رہا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ گولی نشانے ہی پر کی تھی لیکن اس کی  
ران سے اچٹ کر سامنے ہالی دیوار سے جاگرا تھی۔ دیوار پر  
نشان موجود ہے۔“

”یا خدا۔“ حمید نے پھر یہ اسم نہ بنا یا مل کیا آپ میری  
گز نتاری پر اتنے ہی معموم تھے کہ اب شادی مرنگ قسم کی کوئی  
حرکت ہو گئی ہے اور آپ اس مسیرت ایگزیکٹو ہبھی بیجان کی وجہ  
سے اپنے خیالات کو صحیح ترتیب دینے سے قاصر ہیں۔“

”کیا مطلب؟“  
”یہی مطلب کہ گولی دیوار سے اچٹ کر اس کی ران پر کی  
تھی یا ران سے اچٹ کر دیوار پر۔“

فریڈی مسکرا یا اور آہتہ سے بولا۔ ”کیا تم بھتے ہو کہ میرا  
دماغ اُلت کیا ہے؟“

”اگر گولی ران سے اچٹ کر دیوار پر لگ۔ بھتی ہے تو  
سب کچھ ملکن ہے۔“

”تم تینیں کرو یا زکر کرو لیکن حقیقت یہ ہے۔“  
حمدید خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جنم پر گولی پر لگر

اچٹ جانا بیسویں صدی میں ناممکنات میں سے تھا ہے۔  
ہو سکتا ہے کہ اس کے لیاس کے پٹچے بٹ پروف موجود ہے ہوں۔

فریڈی نے کچھ دریے بعد کہا۔ ”ہو سکتا ہے کہ تم اب بگٹ  
پروف کے متعلق سوچ رہے ہو۔ لیکن اس کے جنم پر بگٹ  
ہوئے کہا۔

”میں ایسی فضولیاں کیے سوچ سکتا ہوں جب کہ  
ہمارے لڑکوں میں داستانِ امیر حمزہ جیسی سائنسیک کتابیں بھی  
موجود ہیں۔“

”ہمہوں۔“ فریڈی نے ہونٹ بھینچ یہ لیکن حمید پرستور  
آٹھوں میں رہا۔

”کچھ دریے بعد نکلن پہلیں اپنال کی کپاونڈ میں داخل ہوئی۔  
”پہاں۔ کیا ہے؟“ حمید نے پوچھا۔  
”ڈاکٹر خان سے تھوڑی سی گفتگو کر دی گئی تھی۔“  
حمید نے پھر کچھ نہیں پوچھا۔ ویسے پوچھنے کو تو ابھی بہت  
چکھتا۔ ابھی تک اُسے اس ڈھونکے متعلق کچھ نہیں معلوم ہو سکا

یہیں بھجوہ ہوں۔“

”تو ابید مجھے سلاخیں نصیب ہوں گی۔ کیوں؟“ حمید کا  
مذہب بالکل خراب ہو گیا تھا۔

”حمدید تیس بھجوہ ہوں۔ کیا تم بھری بد نامی کے خواہاں ہو۔“  
حمدید چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر مسکرا یا۔ غالباً اُسے فریڈی  
کی دشمنوں کی تھاڑا درجہ حکمیتی تھا۔ آج کل تھکے میں اُس کے

”مگر اس حدودت میں ڈھونکے متعلق کیا خیال ہے؟“  
”سماں قیمتکارہ ایسی پوزیشن صفات کر دے،“ وہ بھی حرast

ہی میں رہے گی۔ اس کے لیے میں طویل مدت کاریانڈ لوں کا تاک  
عنایت کا سال ہی نہ پیدا ہو۔ میں اب فی الحال تم سکاری معاملات  
میں بھرے کی قسم کی گفتگو نہیں کر سکے۔ لیکن کاب متحاری خیانت  
دوسری ہے۔“

”و تو کیا محصول حوالات؟“  
”میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ابھی تھا را معاملہ

ڈی۔ آئی جی صاحب کے سامنے بیٹھ کر رہا ہوں، جیسا وہ  
مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ میں اپنی ذمے داری پر تعقیب کسی  
قسم کی چھوٹ نہیں دے سکوں گا۔“

”چلیے یہ بھرپور گھی بھی۔“ حمید نے قہقہہ لکایا۔ آج آپ  
مجھے حرast میں نہ رہے ہیں۔“

فریڈی نے حد تنگ نظر آ رہا تھا۔ ذرا ہی سی دری میں قاسم  
کو بھی اس کا علم ہو گیا کہ حمید حرast میں ہے۔ پہلے تو اسے حریت  
ہوئی لیکن پھر اس نے بھوی کو انکھ مارنے کی کوشش کرتے  
ہوئے کہا۔

”آئے قوئی چال ہو گی۔ یہ دونوں بڑے کھڑتاخ ہیں۔“

”دوسری شام حمید کو حوالات سے رہائی نصیب ہوئی  
اور اس کے دل میں سجدہ شکر بجا لانے کا خیال تک دیا۔“ وہ

حوالات ہی کچھ اس تھی۔ وہ دن بھر ڈی آئی جی صاحب کی  
کوئی تھی کے لیک کرے میں بھیجا والیں بھلتا رہا تھا۔ تو قبسا پانچ بجے

فریڈی پہنچا اور اس نے اطلاع دی کہ اب اس پر سے ساری پانڈیاں  
ہٹالی ہیں اور وہ پھر پرستور اس کیس میں کام کرے گا۔

”سیڑا عجیب معاملہ ہے۔“ فریڈی نے واپسی پر کہا۔ بہت  
زیادہ محظوظ ہے کی مزوروت ہے۔“

”مگر میری لڑکوں کے چھوٹی؟“ حمید نے پُر اس نہیں کر لیا۔

”ابے واد میرے ہی گھر پر دھونک کا نتھتھے ہو۔“  
”قاسم چلے جاؤ یہاں سے وہ نہ کچھ ہو جائے گا۔“

”اب اور قیتا ہو جائے گا۔ میرے دم نکل آئے گی۔“  
ڈرائیکٹ روم کی طرف چلا گی۔ فریڈی تھا اسکے نزدیک اس نہیں

سے لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”یہ ماقعہ شاید تھا ری موجود گی ہی میں ہوا ہے۔“  
”میں نہ ہی اس پر گولی جلانی تھی۔“

”تم نے؟“  
”بھی ہاں۔“ حمید نے کہا اور حملہ جلدی اُسے سب کچھ  
تباہ کیا۔ فریڈی دری میں اسے تو کہا بھی جا رہا تھا بھرپور ہوا  
جب حمید خاموش ہو گا تو اسے احساس تھا کہ بیان نقشی بخش ہوئा  
ہے۔ اپنی دانست میں اس نے کوئی تفصیل نہیں بھجوڑی تھی۔

فریڈی ایک بار پھر لاش پر جھک پڑا اور تھوڑی جو رجاس  
نے حمید سے پوچھا۔

”تم نے کس جگہ گولی ماری تھی؟“  
”مان میں۔ غالباً دانستی ران تھی۔“ حمید نے جواب دی۔  
”وہ لگاں کا سارا جم بے دلخیب ہے۔“

”میرا دعویٰ ہے کہ گولی اس کی ران پر پڑی تھی مگر وہ دھماکہ  
فریڈی پر اس کے آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

”جھے افسوس ہے کہ میں تھیں حرast میں لے رہا ہوئا  
”کیا مطلب؟“

”تم اس وقت تک حرast میں رہو گے جب تک  
کاس کا معاملہ حوالات نہ ہو جائے۔“

”کیا آپ سمجھدے ہیں؟“  
”قطیعی۔“ فریڈی نے کسی قسم کی لکھواری ظاہر کی نیچر کیا۔  
”میں نہیں سمجھ سکتا۔“ حمید کے بھتے میں جلاسہت تھی

لیکن اس نے جھلہ پورا کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

”تم اعتراف کر رہے ہو کہ تم نے اس پر گولی جلانی تھی اور  
ساتھی کسی دھماکے کی کہانی جیسی نہ ملتے ہو۔ اس کا سرگزار دن بھی

نامہ ہے۔ میں دیواروں پر چھپھرے پہنچتے دیکھ رہا  
ہوں، جن میں شاید سرکار گردابی شامل ہے۔ اسی ٹھوڑت میں  
اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کرتم پوسٹ مارٹ کی روپورٹ میں  
تکمیل رہتے ہیں۔“

”مگر میری لڑکوں کے چھوٹی؟“ حمید نے پُر اس نہیں کر لیا۔  
”میں رہو۔ یہ معاملہ کافی اٹھا دے رکھتا ہے۔“ اس

میں کیا کہا۔ میر جو گیسا را دے ہے؟  
فوجی سیمولی اعصاب کا آئی تھا۔  
”اکثر اس قسم کے لوگ میں ہی فریڈی نے خلک پتے  
جی کہا۔

”آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔ جی ہاں۔ اکڑ جائے میں  
غیر سیمولی اعصاب رکھنے والے افراد کی لاشیں میں ہیں۔ لیکن یہ  
لاش ان سے بھی بہت نسبت تھی۔ میرا قابل ہے کہ اس کے اعصاب  
کی نشود نما فیضی طور پر ہوئی تھی۔  
”اہہ۔ ”فریڈی مستقر انداز میں اس کی انکھوں میں دیکھنے کا  
کاش سمجھے اس کا سر بھی مل سکتے ہیں؟ ”ڈاکٹر خان بڑھ رہا۔  
”میں؟“  
”اس سے شاید اسے بچنے میں مدد ملے گی۔“  
”میں آپ ہی کا مشترق تھا۔ کرنل۔“ میجر خود نے اُسے  
چاہتا ہوں۔  
”میں آپ ہی کا مشترق تھا۔ کرنل۔“ میجر خود نے اُسے سکار

”اس کی سو فیصد ذائقے داری الجھ پر ہو گی۔“ فریڈی نے کہا۔  
”لیکن آپ اس معاشر کو عام صاحب کے ملم میں بھی لائے ہیں۔“  
”لاتاہی پڑتا۔ عام صاحب کو کوئی امراض نہیں ہے۔“  
”وہ تم سے مزدود شاکی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ قاسم کو تم ہی فلاں  
کرتے رہتے ہوئے۔“

”میں اُسے بتاہی سے بچا سئے رکھتا ہوں۔“ حیدرنے کہا۔  
”لیکن فریڈی خاموش ہو گی تھا۔“

”کچھ در بعد بخان کو قائمی کی حدود میں داخل ہوئی۔ غالباً فریڈی  
دوسری لاش کے سعلت پر جھوکرنا چاہتا تھا۔ کرتاں اپنی باری ان  
دونوں میجر مخدود تھے۔ ایک مہم اور سفیدہ اُدمی تھا اور کوئی فریڈی  
کے عذابوں میں اس کا بھی شمار تھا۔ اس نے بالکل اسی انداز میں  
ان کا استقبلی کیا جیسے ان کی آمد کا مشتروں کی رہا۔“

”میجر۔ میں دوسری لاش کے متعلق معلومات حاصل رہا  
چاہتا ہوں۔“

”میں آپ ہی کا مشترق تھا۔ کرنل۔“ میجر خود نے اُسے سکار  
پیش کرتے ہوئے کہا۔

”شکریہ۔“ فریڈی نے سکار لیتے ہوئے کہا۔ ”جی میں معلوم  
ہے کہی لاش سر جوزف کے قوتھے سے بیہاں پہنچی تھی۔“

”جی ہاں اور سر جوزف اس وقت سول اپستال میں  
ہے اور اس پر تھوڑے تھوڑے و قفقے سے قلب کے دورے  
پڑ رہے ہیں؟“

””زخمی بھی ہے۔“  
”جی نہیں۔ اس کی کہانی بھی کیسٹن حیدر کی کہانی سے مختلف  
نہیں ہے۔ اُس نے خوفزدہ ہو کر اس پر فالک لیا تھا۔ لیکن گولی  
لگتے ہی ایک دھماکا ہمگوا اور بے سر کی لاش پڑی تڑپ رہی  
تھی۔ دوسری لاش غالباً آپ دیکھ چکے ہوں گے اور دونوں میں  
سر موڑ قرنپا یا ہو گا۔“

فریڈی نے اثبات میں سر کو جبکش دی۔  
”گوئی ملی تھی اس کے جنم ہے؟“ حیدر نے پوچھا۔

”نہیں۔ ہمیں تو گوئی ایسا نشان نہیں ملا۔“

”گوئی کہیں ماری گئی تھی؟“  
”یہ کیوں؟“

””صلحت تھا۔“  
”لیکن اگر اس کی وجہ سے قائم یا اس کے فائدان دالوں  
کے خلاف کے سطابق وہ اُسے زندہ رچھوڑتا کیوں کروہ یہیں ہیں؟“

”وہ قاسم ہی کی کوئی سی نظر نہیں ہے۔“

22

میں ڈھونے صاف کہہ دیا کہ وہ اس کی تباہی کی رفتق تو  
جن حقیقی ہے۔ لیکن اُسے اس سے محبت برگزندہ ہو گئے کی۔ اس  
پر برازو خود ہو کر اُس نے اُسے دھلی دی کروہ اُسے مار دا لے  
گا اور خود بھی مر جائے گا۔ وہ ختنے میں تھا۔ میں ڈھونہ کر دئے  
گئی تھی۔ بچر کچہ دیر بعد وہ بھی بودھیا تھا اور اُس نے اس سے  
محبّانی مانگی تھی اور کہا تھا کہ اس کی ہمدردیوں ہی اس کے لیے  
بہت ہیں۔ اب وہ اس سے محبت قسم کا کوئی غلام طالب نہیں  
کرے گا۔ لیکن اچانک اسی رات کو میں ڈھونے کی کھنکی تو اس  
خیل پر ہوئی تھا۔ کوئی شکلوں میں چھرا ہگا پایا۔ دو توں الگ انگ  
کروں ہیں سوتے تھے۔ وہ چھنے گئی۔ ساختہ بھی اُسے برابر والے  
کرے گیں ڈاکٹر دوبے کا تھقہہ منان دیا۔ وہ دلوں کی لڑائی جمع  
چیخ کر کہہ رہا تھا۔ میں ڈھون۔ ہم دلوں میں رہے ہیں۔ تھماری  
صاف گوئی ہماری موت کا باعث تھی ہے۔ بیراول رکھنے کے لیے  
یہی محبت کا اعتراض کر لیا ہوتا۔ آج میں اپنا فرمان اگر وجد  
ختم کر رہا ہوں لیکن تھیں ساختہ یہیے جارہا ہوں تاکہ تم دوسری  
گزنا میں بھی بھر سے نہ جاگ سکو۔ میں تھیں دہاں بھی ساخت۔۔۔

رکھوں گا۔ بچے ڈر پے کہ کہیں دہاں بھی نہ میرے ڈھنڈنے  
سے مختروکا جائے لیکن ہو سکتا ہے اس صورت میں بچر بچے  
تحماری ہمدردیوں کی خود روت مخصوص ہو۔ بچروہ کسی نہ کسی لڑائی  
اس جنتے ہوئے میکان سے بچ نکلی تھی لیکن اس کا خیال ہے  
کہ ڈاکٹر دوبے دیہی جل مراحتا کیوں کر بیٹے سے ایک سخن شدہ  
لاش بھی پر امد ہمچنی تھی جس کا کچھ حصہ تو یا انکل ہی را کھر ہر چاہتا۔  
بہر حال میں سرکاری کاغذات سے ڈاکٹر کی موت کی تصدیق  
پہلے ہی رچکا ہوں لیکن اب بچر ڈاکٹر دوبے۔۔۔“

فریڈی خاموش ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد ہوا۔ اسی حیرت سے  
میں ڈھون کو مجبور کیا تھا کہ وہ بھجے سے ملے۔ جب ایک خوب صورت  
آدمی نے اس سے شادی کی درخواست کی تو اُسے پھلاوا اقتیاد  
آگی اور وہ میرے پاس دوڑی آئی۔

”قدرتی بات ہے۔“ حیدر نے سر ہلاک کہا۔ ”اگر وہ ادھر متوجہ  
نہ ہو تو اس صورت میں حالات کا کیا لگبھگ ہوتا؟“

”سوجہ اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرو۔“ فریڈی مکرا لایا  
”تو تم تھارا کیس ہے۔“

”میرا دل تو چاہتا ہے کہ اب میں ابایل کے انڈے  
بچنا شروع کر دوں۔“

فریڈی خاموش ہی رہا۔ وہ بہت زیادہ متفرک تھا۔ بچر حیدر

23

نے فیض ساروہی اور ملائپ کے جملے بھلے کش ریتارا وہ بھی اب کہ خوفزدگی کے بغیر اس کیس کے متعلق کچھ سچانہ بھی نہیں چاہتا تھا۔ تقریباً بیس منٹ بعد کار سول اسپنال کی کیلائٹوں میں داخل ہوئی۔ بہاں سرجوزت جیسے مشہور اوری تک پہنچنے میں کیا دشواری پیش آئی تھی۔ وہ شہر کا ایک منتوں تاجر تھا۔ اور سماجی بجلانی کے کاموں کے ساتھ میں اکثر و بیشتر اس کا نام سنا جاتا رہتا تھا۔ یہ ایک دلایا لگا کاچھی محنت والا بورڈ صاحب تھا۔ ایک ڈبل اپ تکاری میں آج بھی اس کے پہنچنے میں چھوٹی اور اندر کو حصی ہوئی تھیں۔ سرانجام کے چلے کی طرح شفاف تھا۔ جیسے ہی فریدی نے اس سے اپنا تعامل کرایا۔ اس نے یہ سے اپنے نئے کوشش کی۔

"ادہ۔ اپ نے رہیم زر جوزت۔ اپ کو اڑام کرنے کی مدد رہتے ہے۔" فریدی نے کہا۔

"ادہ۔ کرنل میں بے حد ہوش ہوں کہ آپ تشریف لائے ہیں۔ میرے دل میں آپ کی بڑی عزت ہے۔"

"آپ اپنے کوشش نہیں۔ میں آپ کو تحریکی سی تکلیف دینے آتا ہوں۔"

"میں حتی المقدور آپ سے تعاون کروں گا اور لیل" سرجوزت کی اواز کا نپ رہی تھی۔

"آپ کو تین ہے کہ وہ ڈاکٹر دریے ہی تھا۔"

"جس وقت میں نے اضطراری طور پر فائز جہونک مارا تھا۔ مجھے تین ہتھا کو وہ ڈاکٹر دریے ہی ہے میں پھر جیسی تھی ہوش آیا تھا اور میں نے بے سر کی وہ لمبی تڑاٹی لائیں دیکھی تو پھر

یک پیک خیال آیا کہ ڈاکٹر دریے تو اپنے مکان میں جل مرا تھا۔ پھر تیس سیکنڈ میں ہر قسم کوہاں ہو رہا ہو گا۔"

"کیوں؟" فریدی نے اپنے سوختہ نہیں بھی ہو تھا۔

"فریض کیجیے اگر وہ اپنی عمارت ہی میں سوختہ نہیں بھی ہوا تھا تو۔ اتنا لحیم تھیم کیسے ہو گیا؟ دیکھیے بات دراصل یہ ہے کہ میں کسی ایسی دوبارہ تین ہتھیں رکھتا، جو جسامت کے ساتھ بیس سال کا قدر بھی بڑھا سکے۔ ڈاکٹر دریے اوس طرف درجے کا قدر رکھتا تھا۔ مگر یہ لاش اکٹھت سے کی طرح کم نہیں تھی۔"

"شکل؟" ارسے شکل ہی کی بنادر پر تو میں اسے ڈاکٹر دریے بھی سچا اور وہ مشاہدہ ایسی ہی تھی کہ اضطراری طور پر میں نے اس پر ناٹرکر دیا تھا۔

"جسے معلوم ہوا ہے کہ کبھی پہلے بھی ڈاکٹر دریے سے آپ

کا جگڑا ہوا تھا۔"

سرجوزت نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے پر یک بیک نزدیکی تھی۔

"یہ ایک بڑی بھائیک داستان ہے۔ کرنل بڑی بھائیک جسے دہراتے ہوئے بھی مجھے خوف معلوم ہو گا۔ مگر میں ایسا کہاں کیا رکتا۔ مجھے اس داستان کا ایک کردار بینا ہی پڑا تھا مقدمات۔ اس میں نہ میرا قصور ہے اور نہ ڈاکٹر کا۔ میں آج بھی اس کے یہ سہ رو دی محسوس کرتا ہوں مگر۔"

وہ خاموش ہو گیا۔

سرجوزت نے اب آنکھیں کھول دی تھیں۔ اور پلکیں

جھپکائے بغیر جھت کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ دو منٹ گزر گئے

لیکن اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ تب فریدی نے کہا۔

"سرجوزت میں منتظر ہوں۔"

سرجوزت چرنک بڑا اور اس طرح آنکھیں بھاڑپھاڑا ڈر

چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جیسے اب وہاں اپنی موجودگی کا حساب ہو گا۔

چاروں ہاتھ دیکھنے لگا۔

"فی الحال کوئی کہانی میرے کام نہیں آئتی۔ میں تو صرف

یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ دو بے واقعی خل مرا تھا۔"

"بچھر بھی آپ نے سرجوزت کو کیوں مللت دی؟"

"ستو۔ وہ دل کا مرعن ہے۔ بہت زیادہ تاخوںگوار اڑات اسے ختم بھی کر سکتے ہیں۔"

قی الحال آپ کی کہانی نہیں سنوں گا۔"

"نہیں۔ میں دل کو سنجھا لوں گا۔"

"ہرگز نہیں" فریدی مسکرا یا۔" میں اس قسم کے درمک بھی نہیں لیتا۔

آپ مجھے صرف اتنا بتا دیجیے کہ اس نے آپ پر کہاں

حد کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"میں آج دو بیجے اپنی کوہنی کے عقیل بارک میں ایک

خنقر سے ریس کورس کے امکانات کا جائزہ لے رہا تھا کہ اپنے

چھاڑیوں سے اس نے مجھے لکھا رہا تھا۔"

" غالباً آپ اپنی دہنی کوہنی کی بات کر رہے ہیں۔"

"جی ہاں۔ میں وہیں تھا۔ زیادہ تر وہیں رہتا ہوں۔ مجھے

سکون کی مدد رہتے ہے۔ قلب کے مریض عمر مانتہاں چاہتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے سرجوزت۔" فریدی امتحان ہمگا بولتا۔ "میں

آپ سے پھر بول کا بلکہ بہتر ہو گا کہ آپ مجھے خوبی فون در آگاہ

سے علمی ظاہر کی تھی۔" "اُسے ذرا دیکھا تھا اس نے۔"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ مٹھری ہے۔ مجھے سوچنے دیجیے۔ نہیں کہے میں اس وقت میرے علاوہ اور کوئی موجود نہیں بھتا۔ جب میں نے اس پر فارسی کیا تھا۔ دونوں عورتوں کو کہے سے ہنادی نے کے بعد دروازہ گھوکایا تھا اور پھر اس کے اندر داخل ہوتے ہی تو کوئی بھسک گئے تھے۔ نہیں مجھے یقین ہے کہ اس نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ مگر آپ نے یہ سوال کیوں اٹھایا ہے؟"

"کچھ نہیں دیکھتی! ایس ڈھونڈی ابھی تک میری بھجوہ میں نہیں آسکی۔"

"اور سارا قصور اس کی آنکھوں کا ہے۔ بھجوہ میں نہیں آتا کہ اسے فاہنی آنکھ سے سمجھنے کی کوشش کی جائے یا باشیں آنکھ سے۔ دونوں کو بیک وقت سمجھنے کی پرشش کیجیے تو دریان میں سکاہت کو دیکھتی ہے بخدا قائم پر جرم کرے۔ وہ تو سہی خوش ہو گا کہ چلو پل کل۔ مگر حضرت یہ دبی کو خڑی تو پے جہاں شیطان قید کیا جاتا ہے۔ فریدی کچھ نہیں بولا۔

کچھ دریے بعد وہ قاسم کی کوئی کی حدود میں داخل ہو رہے تھے۔ اچھی بھی تو قاسم کی کوئی کی حدود میں داخل ہو رہے تھے۔ بھی سانس تھی لیکن خلاف معمول ہر طرف روشنی نظر آرہی تھی۔ شاید کچھ ناہد بیب بھی لگائے گئے تھے۔

برآمدے ہے میں صرف قاسم نے ان کا استقبال کیا لیکن وہ بہت زیادہ غفتے میں معلوم ہوتا تھا۔ فریدی سے ہاتھ ملاتے وقت اس نے مسکرانے کی کوشش میں کسی چڑھتے ہوئے پسند کی طرح دانت نکالے تھے لیکن جب حیدر سے مصروف کرنے لگا تھا تو اس کا چہرہ کسی قوپ کے دہانے کی طرح خوناک ہو گیا تھا اور حیدر کو ایسا سخس ہٹرا تھا جیسے اس کے پنجے کی ہٹریاں کوڑا کروٹ جائیں گی۔

قاسم اپنیں اندر لایا۔ ڈرائیکٹ روم میں اس کی بیوی اور مس ڈھونڈ دیں۔ میں ڈھونڈ کر ڈرائیکٹ چڑھرہ رہتا ہوا سا نظر آ رہا تھا اور آنکھیں یرقان زدہ کی معلوم ہو رہی تھیں۔ بہت خشک تھے۔ مگر اسی حالت میں بھی اس نے اپنی دیکھ کر مسکرانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

قاسم مٹنے پھلانے ہوتے ایک صورت میں ذہیر ہو گیا۔ حیدر نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔ میں پنج سے دھکے

پاک ہو گی صحت بہتر ہے۔"

"اچھا کرنی۔ بہت بہت نتکری۔ آپ سے زیادہ شریعت آفسر آن تک میری نظاووں سے نہیں لگتا۔"

فریدی اس سے مصروف کر کے دروازے کی طرف پڑھ گیا۔ باہر نکلتے ہیں حیدر نے کہا۔ "اور مجھے زیادہ کمیٹی احتیاج تک روئے زمین پر میدا ہی نہیں ہوا۔"

"میں اسی یہے آپ کی بڑی قدر کتابوں کی پیشہ حیدر کا آپ نے اپنے متعلق بڑی صبح رائے رکھتے ہیں۔" فریدی مگر بھروسہ کرتا ہو گیا۔ "میں آج بھی اس کے یہ سہ رو دی محسوس کرتا ہوں مگر۔"

چل بڑی۔

"کیوں؟" فریدی نے اسے چھوڑا۔ تھا را جھڑہ جیو میری

کی کتاب کیوں بن گیا ہے؟"

"بے ناکتی بی جھڑہ جیو میری نے خوش ہو کر پوچھا۔"

"بہت زیادہ۔ مگر تم کو کوئی بورے ہے ہو رہا۔"

"پتا نہیں رہ کرتنی سننی خیز بھائی من تا لیکن آپ نے اسے خاخوڑہ پیش دیا۔"

سرو دست چرنک بڑا اور اس طرح آنکھیں بھاڑپھاڑا چاروں طرف دیکھنے لگا۔ جیسے اب وہاں اپنی موجودگی کا حساب ہو گا۔

آپ مجھے صرف اتنا بتا دیجیے کہ اس نے پوچھا۔

"ستو۔ وہ دل کا مرعن ہے۔ بہت زیادہ تاخوںگوار اڑات اسے ختم بھی کر سکتے ہیں۔"

حیدر پاٹی میں تباہ کر رہتے ہکھتے لگا۔ اندھیرا بچیل جھکا تھا۔

اور شہر کی عوامیں جگہ ملکانے لگی تھیں۔ حیدر نے پاٹ سکھا لیا اور

بیٹھت لگاہ سے ٹک کیا۔ سردی بڑھنے کی تھی اور وہ گرما لگا کافی کی مزور دست بڑی شدت سے محسوس کر رہا تھا۔

"ایس ہم کہاں چل رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ارسے۔ کیا تھیں علم نہیں ہے کہ قاسم نے آج ہم دونوں

کروات کے لگانے پر مدعا کیا ہے؟"

"ہام" حیدر نے دھونیں سے سینہ صاف کر کے ایک

ٹوپی سانس لی اور بولتا۔ "تواب شایدی مس ڈھونڈا چکر ہے۔"

"ارسے ہاں۔ مسنوا پچھلی رات اس واقعے کا اس پر کیا

رو عمل ہو رہا تھا؟"

میں نہیں محسوس کر سکا! اور یہ وہ بعد میں بڑی دیر

تک بجھت کرتی رہی تھی میں اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ اس

لاش کے بارے میں کچھ بتائے مگر اس نے اس کی شخصیت



وہ میرے امر سے تجھے قدم نہیں اتارو گے ”  
جسے اسے دانتا۔  
اور قاسم کچھ بیکارہ گیا۔  
مُوسری طرف وہ دیوبیکر بھوت رستیوں کے الجھڑوں سے

خود کو بچانے کے لیے اچھل کر دیا تھا۔ کبھی بھی وہ اسی پھنسنے والا  
پر بھی جریدہ دلتا! لیکن وہ لوگ بھی بلا کے چھتر تسلیتے تھے۔ حسینان میں  
سے کسی بھی شہر بھی ان سکا۔ لیکن ہے کہ وہ فریدی کی پیاسا و بیک فروز  
بےآدمی رہے ہوں۔

لیکن وہ دیوبیکر بھوت گھنٹوں کے بیل پیٹھے لیا۔ کبھی کوہ وہ  
بیک وقت درستیوں کے بھندوں میں جلوگی تھا اور ریساں دو  
خالف سنتیوں سے بھپنی جا رہی تھیں۔ اب وہ کسی جمال میں پھنسے  
ہوئے وحشی درندے کی طرح شور پیار باتھا۔ حلقوں سے طرح طرح کی  
آغاںیں بکل رہی تھیں۔

دیکھتے دیکھتے اس نے اپنا سرز میں پردے مارا۔ اور بھر  
الہانہ و دھماکا ہوا کہ پوری عمارت جھینختا تھی۔ دھماکے کے  
ساتھ بھی روشنی کا یہ زخم کا ہرا تھا اور اب کہا دھواں اس لمبی  
تر والی لاش پر ٹکر رہی تھی۔ اس کے ٹکرے کے ساتھ مل کر اپنا خاتم کر

خواری در بعد وہ سب لاش کے کردا کٹھے ہو گئے۔ فریدی  
اپنے لپور و بکھر رہا تھا بچہ اس نے جیب سے مذہب شیش نکالا اور  
شانوں کے درمیان سرخ رنگ کے اس غار کو دیکھنے کا چہاں  
خواری در قبیل ایک بھیانک چہہ ہگدن سمیت موجود تھا۔  
میں منت کے اندر بی اندرا کپھا دن میں لاتعداد سرخ  
ٹوپیاں تظرانے لگیں۔ کاشتیوں سے بھری ہوئی کی لاڑیاں پیچ

ڈوسری طرف اس ڈھونکو ہوش آچکا تھا مگر اس کی حالت  
کے ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ چند گھنٹوں سے زیادہ زندہ  
زدہ رکھے گئے۔

”آہ۔ کرن۔ وہ پلا شہر ڈاکٹر دے تھا۔ میرے خدا“ وہ  
نجیفت آغاں میں کہہ رہی تھی۔ ”مگر وہ اتنا لیمیں تھم کب تھا؟“ وہ متوسط  
قدر کھتا تھا! پانچ بیج کا! میں پاگل ہو جاؤں گی۔ کرن۔  
خدا کے لیے بھے بچا ہے۔“

”تحصیں آرام کی ضرورت ہے۔“ فریدی نے زرم بیجے میں  
کہا۔ ”اس غار میں نہ پڑو۔“

وہ ساری رات حمید نے اجھنوں میں گزار دی۔ لمحے قاسم

کی کوئی بھی میں تھہرنا پڑتا تھا اور فریدی تو لاش کے ساتھ بھی وہاں سے  
چلا گیا تھا۔ بہر حال کے اسی کی بہادست تھی کہ حمید رات وہی گوارے  
یہ خدا کو مسیح کیا تھا۔ میری داشت میں کوئی ڈاکٹر دو بے کے نام پر  
ہراس چھیلانے کی کوشش کر رہا ہے اور اس کے لیے اس نے  
ان لوگوں کو منتخب کیا ہے، جو ماخذ میں کسی بھی طرح ڈاکٹر دو بے  
موجود رہے تھے۔

قاسم شدت سے پورہ نار باتھا۔ لیکن اس نے بیوی کی  
یہ بات نہیں مانی تھی کہ اسے میں کھانے کا بہوش کے بھائیتے ہے؟  
وہ جھاتی ٹھونک کر بیوی سے بولا تھا۔ ”ارے مرغی ہوئی  
ان پر اسرار عفرتیوں کی کھوپڑیاں غائب کر دیتے ہیں۔“

”چلیے میں اسے سیم کیے لیتا ہوں۔“ مگر دھماکے سے  
تھاری بھجوک! میری تو زندہ ہے۔ خانا لگواد میز پر درستیں تھاری  
نے اس کی ران پر بھولی ماری تھی لیکن سراہی۔ سرجونت نے بینے  
پر فائز کی لیکن سرہی پر آفت آئی اور پھر بچھلی رات اس وقت  
دھماکا ہرا تھا جب اس نے اپنا سرز میز پر سے ملا تھا۔“

”ٹھیک ہے۔ دھماکوں کا مقصود یہی ہے کہ سراہا جائے۔  
یعنی یہ دل معلوم ہو سکے کہ ڈاکٹر دو بے کے اتنے ہم ٹھکل کیسے پیدا ہو  
گئے۔ اس کے لیے ہر پہلو پر غور کیا گیا ہوگا۔ اس کا بثوت اسی سے  
ملتا ہے کہ کوئی خراہ جسم کے کسی حصے پر پڑے سر ضرور اڑا جاتا ہے  
اگر اسے زندہ بیڑانے کی کوشش کی جائے تو وہ خود ہی اپنا خاتم کر  
سے گاہ زمین پر سر دے مارنا اسی پر دلالت کرتا ہے اور میں  
لکھیں وہ بیاس دکھاویں، جو ایک لاش سے اگ کیا گیا ہے۔  
شاید تم کسی حد تک سمجھ سکو؟“

وہ دونوں بچہ ہو گاہ میں آئے۔ پہاں ایک میز پر حمید  
اور اسی قسم کی جیکٹ اور جپس پا جامن نظر آئے جیسے اس نے  
دونوں پر اسرار عفرتیوں کے ٹیکوں پر دیکھتے تھے۔  
ہوں رہا تھا اور حمید کو فوراً طلب کیا تھا۔  
حمدید نے قاسم کی گاہی بسھاں اور بھر پیچ گیہ بیند سے بیچاں  
ہو رہا تھا۔ ہواں سر، بہت بھی گران گزیدہ تھی۔ ملک جسی چمچہ اہم  
پیساہ ہرگز تھی مگر وہ ڈاکٹر دو بے کے متعلق اپنی انجمن ہر حال میں رفع  
رکنا چاہتا تھا۔

”میکا تم سونے نہیں یا فریدی نے اسے ٹھوڑتے ہوئے کہا۔  
”میکا اپ بھے سوت کے لیے وہاں چھوڑا ائے تھے؟“  
”اوہ۔ واقعی۔ تم پہت لڑیت ہر یا فریدی مسکرا یا۔“ بھے  
فلدوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”وجہ ہے۔“ فریدی مسکرا یا۔ ادھر دیکھو۔  
امس نے ایک ٹوٹے سے ریکا اسٹر اسٹریا جو شاید پہلے  
وہاں چھوڑا گیا تھا۔ باہر کافی انتلام کر دیا تھا میں نے۔ تم دیکھو  
چکے ہو۔“  
حمدید جو تک ہلداز ہلداز ڈاکٹر دو بے کے متعلق گفتگو شروع کر  
دینا چاہتا تھا لہذا اس کی سمجھی میں کوئی فرق نہ آیا۔

”میکا اپ کو علم تھا کہ کوئی دوسرا بار بھی اس ڈھونکے لیے  
ہوا آئے گا۔“ اس نے اس کی آنکھوں  
لے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں آتا ہی بھرا"  
اوہ۔ تو اس کا یہ مطلب بھاک کہ اس کے جسم سے مگر اور  
بھی کوئی اتنے بھی فوری سے اُچھی تھی جتنا فوری سے روپ اور  
نکلتی ہے۔ مگر یہ نامنک ہے:

"گلداز" فریدی سکرایا۔ اسی خیال نے مجھے تاروں کے  
اس جمال کے متعلق سوچنے پر مجید رکھا تھا اب دیکھو۔ جس چیز  
میں گولی کو واپس کرنے کی اتنی قوت موجود ہو وہ اُسے جسم۔ اس  
کیسے پیوست ہونے دے گی؟

"اوہ۔ تو یہ تار کیسے ہیں؟"  
"تار تو بالکل معمولی ہیں۔ یہ دیکھو یہ فریدی نے حجیکت کا  
ایک جھٹا کے دکھایا جس میں جو اس سوچی تھا اور پھر بولا۔  
میں نے اس پر فائرنگ کیا تھا لیکن گولی اس سے لگنے کی:

"پھر آپ کس پتھر پر سچنے ہیں؟"  
"میرا خیال ہے کہ ان کی ٹوپیں بھی میں سب کچھ تھا۔  
ایسی بیڑی جس سے ان تاروں میں خصوصی قسم کی برقی رو  
پتی ہوئی اور بیڑی جس کے کسی جھٹے میں یا اس سے لگ  
نے جھٹ پلانے والا مادہ بھی ہو گا"

"اس کے علاوہ اور کچھ سوچا بھی نہیں جا سکتا" یہ حمید نے  
کہا اور پاپ میں تباکو بھرنے لگا۔

فریدی کچھ سوچ رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔  
"مر جوزف کا ایک خط آیا ہے۔ اس کی حالت بڑا ذوق ہی جلدی  
ہے۔ وہ مجھے اپنی کہانی سنانے پر پھر ہے۔ اس سے پہنچنے  
میں نہیں جھٹ پلانے کا۔ یہ فقط دیکھو۔

مان ڈیزیز کرٹیل فریدی۔  
میں آپ کا بے حد شکرانگار بھروس کر آپ نے

میری تھیف پر نظر کی تھی مگر میں آپ کو نہیں تاہم  
چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں اب زیادہ دفعوں  
تک زندہ نہ رہ سکوں گا۔ ہو سکتا ہے اپنالے سے  
گھر جانے کی نوبت ہی۔ آتے لہذا آپ مجھ سے  
مل پتھرے۔ مجھے کبھی یقین نہیں آیا تھا کہ ڈاکٹر دوبے  
جل مرا ہو گا۔ وہ آپ مرا ہے۔ میرے ہاتھوں  
وہ دیوبیک اُوی ڈاکٹر دوبے ہی تھا۔ مجھے یقین ہے

"ہاں آتا ہی بھرا"  
اوہ۔ تو اس کا یہ مطلب بھاک کہ اس کے جسم سے مگر اور  
بھی کوئی اتنے بھی فوری سے اُچھی تھی جتنا فوری سے روپ اور  
نکلتی ہے۔ مگر یہ نامنک ہے:

"گلداز" فریدی نے متھواز انداز میں کہا۔ میں کچھ اور بھی  
میں گولی کو واپس کرنے کی اتنی قوت موجود ہو وہ اُسے جسم۔ اس  
کیسے پیوست ہونے دے گی؟

"اوہ۔ تو یہ تار کیسے ہیں؟"  
"تار تو بالکل معمولی ہیں۔ یہ دیکھو یہ فریدی نے حجیکت کا  
ایک جھٹا کے دکھایا جس میں جو اس سوچی تھا اور پھر بولا۔  
میں نے اس پر فائرنگ کیا تھا لیکن گولی اس سے لگنے کی:

"پھر آپ کس پتھر پر سچنے ہیں؟"  
"میرا خیال ہے کہ ان کی ٹوپیں بھی میں سب کچھ تھا۔  
ایسی بیڑی جس سے ان تاروں میں خصوصی قسم کی برقی رو  
پتی ہوئی اور بیڑی جس کے کسی جھٹے میں یا اس سے لگ  
نے جھٹ پلانے والا مادہ بھی ہو گا"

"اس کے علاوہ اور کچھ سوچا بھی نہیں جا سکتا" یہ حمید نے  
کہا اور پاپ میں تباکو بھرنے لگا۔

فریدی کچھ سوچ رہا تھا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔  
"مر جوزف کا ایک خط آیا ہے۔ اس کی حالت بڑا ذوق ہی جلدی  
ہے۔ وہ مجھے اپنی کہانی سنانے پر پھر ہے۔ اس سے پہنچنے  
میں نہیں جھٹ پلانے کا۔ یہ فقط دیکھو۔

مان ڈیزیز کرٹیل فریدی۔  
میں آپ کا بے حد شکرانگار بھروس کر آپ نے

مجھی بتانا چاہتا ہوگا۔ مجھے اس سے ہیچہرہ بھروس کرتے  
ہوں تو کوئی منکر ماقصر نہ دہرائے۔ ہو سکتا ہے۔ مجھے اس

فریضہ کا علم ہو چکا ہو۔" اپنے جھٹکا کو تھہر کر دیا اور  
پاپ سچھا کر دوئی کش ہے۔ پھر پڑ بڑا۔" اس سے چارے

کوپیا پتا کر اپنے تین ڈاکٹر دوبے ختم ہو چکے ہیں۔ "ہملا تھری  
کے سب سے بھی نہیں تھے۔ میں کچھ اور بھی  
سرچ سماہوں، تکھڑہ دیکھا تھا میرے ساتھ چلو گے لیکن یہ  
خود ری بھی نہیں ہے۔ تم ناتھ بھر جائے ہو۔"

"میں مر جوزف کی کہانی سنبھالا چاہتا ہوں یا  
اچھا تو چلو۔ یہ تاریخ کے یہ صرف میں سنت دے  
وہ شدھارس بھی تھا۔

"یقیناً تھا کہ نیکن ڈاکٹر میں جھلائیت بہت زیادہ تھی"

"غیرہ نہیں دراصل اس وقت اس نے آیا تھا کہ آپ سے  
پہنچنا چاہتا ہے۔ اس کے ڈھنڈنے میں نہیں کھڑا۔ میرے  
پاپ سے زیادہ نہیں تھے۔

"سبت اچھا ہوا کر نیک آپ آگئے ہیں اس نے مضمحل میں  
آوازیں کہا۔ مجھے ذریعہ کہ کہیں آپ صروف نہ ہوں۔"

"ڈاکٹر دوبے کی ایک بچر بگاہ تھی، جہاں کوئی بھی  
وہ دو دوں بیٹھ لے۔ فریدی نے اس کی خیرت دریافت کی۔

"یہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ دل کی درحرکتیں کتنے  
لیکن ایک دن ان الفاظ سے شاید وہ بچر بگاہ کا صدر دروازہ  
دریں بعد بند ہو چاہیں گی لیکن انہیں بندی ہونا ہے کہ نیک  
متقول کرنا بھوول گیا تھا۔ سیل گھریں تھیں اور ڈاکٹر اپنال جلاگی  
تھا۔ سیل اس کی بچر بگاہ میں داخل ہونے کے لیے بے صین رہا  
کرتا تھا۔ دروازہ کھلا دیکھ کر وہ بے تاشا اندر رکھنے لگی۔ اس کا  
بھیر جھیٹے ملامت بھیں کر رہا۔ میرے دل پر کسی قسم کا بادر نہیں ہے۔  
بیان ہے کہ اس نے ایک بیڑی پر ایک مردہ چڑھا دیکھا تھا، جو سچے  
دو بے بد قدمت تھا۔ قدرت ہم دفعوں کو... میرے خدا۔ مجھے  
کے اعتبار سے کسی معمولی کتے کے برا بر تھا۔ خوف سے اس کی  
بڑی حالت تھی اور بھر کر بچر بگاہ سے نکل آئی تھی۔ شاید والپی  
ہاتھوں سے مٹ جگپا یا۔"

حمدید نے فریدی کی طرف دیکھا جو بڑی توجہ اور دلچسپی سے  
سر جوزف کو دیکھ رہا تھا۔ سر جوزف تھوڑی دیر تک لگھی کھری  
سائیں پیتا رہا پھر مٹپے سے ماتھہ بٹاۓ لیغز بولا۔" یہ میری زندگی  
وہ دل پر کیک اُوی ڈاکٹر دوبے ہی تھا۔ مجھے یقین ہے

"ہی رہن ہے۔"  
سر جوزف خاموش ہو گیا۔ فریدی نے مضمون کرتے  
میں پھلے بڑا تھا کہ جب سر جوزف کا سکوت کی طرح نہ قوتا تو  
فریدی نے کہا۔" میں اس کے آگئے بھی سنبھالا چاہتا ہوں میں مر جوزف  
کے برابر چوچا پایا جا سکتا ہے کیا وہ اپنی جسمات غیرہیں پر چھکتا  
ہے۔ آس۔ لیکن ہو سکتا ہے جو مریسلی کو دھوکا بیاہو۔  
وہ کسی دوسرے جافور کو اتنا بڑا چوچا پکھا بھی نہیں ہوں۔"  
"خدا جانے۔ اس کے بعد مجھے اور کچھ ہیں معلوم ہوا تھا۔  
میں نے اس وقت اس کے بیان کو کوئی اکیت نہیں دی تھی۔  
یہی بھی تھا کہ اس کے بھرپور پر چھکے کادھوکا ہو رہا  
ہوا کیکن کیا یہ فظی بات ہے کہ جو سر جوزف  
جسامت میں دیکھ کر مجھے سلی کا واقع یاد آ جائے؟  
مرقطی۔ فظی فطری بات ہے سر جوزف۔

"خاک ڈالیے۔ وہ قاب ختم ہی ہو گی۔ اور ٹگر دیکھیے  
میں کب تک اس آگ میں جبکتا رہتا ہوں۔ میرا ختم مندل  
بھوچکا تھا اکثر لیکن اس نے یک بیک ساتھ آگ کا پاپ  
پھر مجھے زندگی کے بیزار ہو جانے پر بھیور کر دیا۔"

فریدی کھڑکی دریکھ فاموش رہا پھر بچا بیک آپ  
کسی دھوکو بھی جانتے ہیں، جو کبھی ڈاکٹر دوبے کے ساتھ  
رہی ہو۔

"یقیناً۔ کیوں نہیں۔ سیل والے داٹھے کے بھرپور دیکھیے  
پر چکل نہیں کو کھرے گیا تھا اور وہ اس کے ساتھ تھی رہنے میں تھی۔  
وہ بے چاری اس لات بھی عارت ہی کیسی تھی اجیب افسوس کی طرح  
بھگا تھا لیکن وہ کسی طرح بچ کلی تھی اور راب کہنا تھا تاہے کہ ڈاکٹر  
دو بے بھی بچ کیا تھا۔ اتنے دفعوں تک کہیں چھپا رہا۔ میرے  
خلات اپنے ختنے کی آگ دبائے رہا لیکن پھر پر داشت نہ  
سکا۔ اور۔ اور۔"

"کیا یہاں اس بھرپور یادویں کے کمی کو شے میں کوئی اور  
آدمی بھی ایسا مل سکتا ہے، جو ڈاکٹر دوبے کے حالات پر روشنی  
ڈال سکے۔" فریدی نے پوچھا۔

سر جوزف بچہ سوچنے لگا پھر بولا۔" میں دھوکو تکالیش کیجیے  
اگر وہ زندہ ہو شاید وہی آپ کو کچھ الی باتیں بنائے۔ جو میرے  
علم میں بھی نہ ہوں۔"  
مشکل ہے اس سر جوزف یا فریدی۔ مختاہوں لوٹا۔ آپ پر شان

نے اپ کی محنت کے بارے میں تشریش نہیں  
کہا۔

"میں پریشان نہیں ہوں گوںل" سر جوزف فابیا زبردستی  
مشکرا دیا۔ میر حقيقةت ہے کہ اب میں زندہ رہنے کی خواہش  
نہیں رکھتا"۔

سر جوزف کے کمرے سے باہر آتے ہی مسیح نے کہا۔  
"کیا اس ڈفرنے ہمارا وقت بر باد نہیں کیا؟"

"اگر تم اس سوال کی موافقت میں پچھے سوچ رہے ہو تو مجھے  
کہنے دو کہم غلطی پر ہو"۔

"میکیوں؟"  
"میکن ہے کہ میل سے اندازے کی غلطی نہ ہوئی ہو تو فریدی

نے کہا اور پھر کسی سوچ میں لگ ہو گیا۔

► اب وہ قائم کی کوئی کی طرف جا رہے تھے اور مسیح کی نیز  
فائز بہرچلی تھی گوڑہن مضمون محتاطیاں وہ کسی قسم کی جہانی تھکاوٹ  
نہیں محسوس کر رہا تھا۔

"سر جوزف کی کہانی تو رہ ہی گئی" اس نے کہا۔

تجھے افسوس ہے" فریدی مشکرا دیا۔ اس کی کہانی تو ان  
دونوں کے متعلق جہان ہیں کرنے کے دوران میں مجھے معلوم ہو  
گئی تھی۔ اس نے میں نہیں کیا تھا اور اس کی زبان سے

"میں کیونکہ تو کہا کر تھی میں بھر صاندھ ہو گئی تھرھہ شہر سے  
باہر نہیں گئے۔ گوسر جوزف اس وقت خلاط یافت نہیں تھا

لیکن شہر کے ذی عزت لوگوں میں غمار کیا جاتا تھا۔ دولت مدن  
بھی تھا۔ میں ملوٹ کو پہنچ چکی تھی اس نے کسی قانونی کارروائی  
کا ذریعہ نہیں تھا۔ دونوں نے سل سرچ کر لی۔ بھر ڈاکٹر دو بے

سر جوزف کے خون کا پیاسا ہو گیا۔ ایک دن زبردستی اس  
کے گھر تھیں کراس پر فائز کیا میکن وہاں کی ملازم بھی موجود  
تھے۔ فالڑخالی گیا تھا اور اگھوں نے اسے بے میں کر کے دیوالہ

چھین لیا۔ ڈاکٹر دوبے کو ناکام والیں ہوتا ڈاٹھا مکر سر جوزف  
نے اس کی اطلاع پر میں کو نہیں دی تھی۔ شاید اس کی دیوبی جہاں  
بننا تھا کہ میل پیاس کے احسانات ہیں۔ میل اس قسم میں مغلق تھی

کوہہ دودوستوں کے درمیان نفاق کا شج بن گیا ہے۔ بالآخر  
میں بھی میں سے میل پاچ سال سے زیادہ زبردستہ سکی بھر  
سر جوزف کے ہنسنے میں بھی دو بے سے دشمنی کی اگ بھر  
امسٹی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میل کے غم میں پھر اس نے دوسری  
شادی نہیں کی۔ بہر حال وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے خون  
کے پیاسے تھے"۔

مسیح نے بونٹ سکوڑے اور بھرا بترے ہو لے۔ "مگر یہ  
کہانی ہمارے یہی فضول ہے۔ کسی طرف سے بھی رہنمائی  
نہیں رکھتا"۔

"ہاں۔ کہانی فضول ہی سہی۔ مگر وہ مردہ چھاہا"۔  
"ارے چھوڑیے۔ مسیح دا تھا بکار ہو لے۔"

میں کر دوڑاہ محوالہ۔ سامنے ہی کھلا کی کے قریب لیک ارجح  
درزی ایام لگائی پر فرم دلاز تھا۔ انھیں دیکھتے ہی بوكھلا کر  
اہر کیا۔

"اوہ۔ آپ ہیں۔ تشریف رکھیے۔ جناب۔ تشریف رکھیے"  
کمرے میں ایک ایام لگائی۔ فریدی پلٹک ہی پر  
بیٹھ گیا۔

"ادھر تشریف لائیں۔ یہاں لگائی پر جناب"

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔ فریدی مسکرا یا۔" فنکاروں کے  
بیہان تکلفات کو دخل نہ ہونا چاہیے" "جید پر کھلا کاس کو گھورنے لکھا ری منقارے یک بیک

نکار کیسے ہوگی؟

"جید ان سے طو۔ یہ ایک مایہ نالہ کار ٹو نسٹ ہیں۔ فریدی  
نے اس کا تعارف کرایا۔ انھیں پہت عصبوں ہوتا چاہیے حقایق  
جانداریوں نے انھیں ابھرنسے نہ دیا۔

جید نے طعام اور ہائیس سے باخ خلا یا اور دل ہی دل۔  
چلسی اس سے میں کھل کھلانے کا بھروسہ کھلانے اپنکا

"میں نے آپ کا کام محل کر لایا ہے جناب۔ یہ میں کے  
اور میر پر کھا ہوانا ملتے کا بھراؤ میں نے ایک دشی کا نکڑا  
نکلا۔ جس پر بھی ہوئی تصویریں جیکی جید نے بھی دیکھ لیں  
جب وہ تصویر فریدی کے ہاتھوں میں آتی تو حیدری انھیں صرفت  
سے چیل گیں۔

انہیں سے ایک تصویر تو سو فرد میں دھوکی تھی اور  
دوسری کسی مردک۔ دلوں قریب قریب نیچے ہوئے تھے اور ان  
کے سامنے ایک چھوٹی سی نیز تھی۔

"کمال ہے۔ فریدی کار ٹو نسٹ کو تین اندر ہوئے  
دیکھنا ہوا بولتا۔ اسے آپ تو ایک بند بیانی عصبوں سے  
کون کہتا ہے؟"

"میں خود ہی کہتا ہوں جناب۔ یہ ایک نسٹ مسکرا یا۔" لوگ  
عوما۔ بھتے ہیں کہیے بکڑا شاعر مرثیہ گوئی، خیتار کرتا ہے۔ اسی  
طرح نالہ صبور کار ٹو نسٹ بن جاتے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے۔

اچھے کار ٹو نسٹ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اعلیٰ درجے کا صبور  
بھی ہو، دردنا چھا کار ٹو نسٹ ہوئی ہوئی سکتا۔ بالکل اسی طرح جیسے  
جیسے کھنقا قسم کے انشا پر ناز مزاح نگار نہیں ہو سکتے:

"بات پتے کی ہے۔ فریدی مسکرا یا۔ سیما خیال ہے  
کاس دکی تصویر بھی اصل کے مطابق تھی ہوگی"

مجھ پچھتا ہیں گی؟" "مجھی مھروںیات بودھی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر بیک بیک  
چونک کر تھی از انداز میں بڑی۔ یہ کیوں پوچھ دے ہے ہیں؟" "اس یہے کہ اب تک تین ڈاکڑا دو بے مارے جا چکے ہیں"  
"مم... میں بھی سوچ میں تھی۔ نکروں نے بتایا ہے کہ  
جس پر کپتان صاحب نے فائزہ کیا تھا۔ وہ بھی ویسا ہی تھا جیسا  
میری نکروں سے کر را تھا۔ اور کرنل میں کیا بتا دیں؟" میری بھج  
میں نہیں آتا۔ میں بڑی اطمین میں ہوں۔ اس کی جہالت بیرے  
خدا۔ مگر وہ اب اس دنیا میں کہاں ہے؟ شاید کوئی اور اسی کے  
نام پر اس کے تجربات سے غلط فائدہ اٹھا رہا ہے۔" "تجربات۔ کیا مطلب؟"

"اوہ۔ وہ اکثر کہتا تھا کہ آج مجھ سے جو نکرتے  
ہیں کل بھج پفرز کریں گے۔ دنیا کی حین ترین راکیاں مجھ سے  
مشروب ہونے کے لیے زین و آسمان ایک کر دیں گی میزب  
کھے زیادہ تر آدمی بد صورت ہیں لیکن ان کے تیچھے عورتوں کی  
فوچ کی توجہ نظر آتی ہے۔ ایک دن بھی حالت میری بھی ہوگی۔  
میں نے اس سے پوچھا تھا کہ آخروہ کس بنا پر ایسا کہہ رہا ہے۔  
اس پر وہ بھجے کہل بار اپنی تجربہ کاہ میں نے گیا اور میں نے والی  
ایسی چیزوں دیکھی تھیں کہ آج بھی یاد کر کے روئے کھوئے ہو جاتے ہیں  
میکا دیکھا تھا؟"

مکتوں کے بار بھج ہے۔ ایک خرگوش جو معروف قد کے  
بکرے کے بار بار اونچا تھا۔ تین چار نکتے بھجے جسیں میں  
پہنچے سانپ بھی تھی لیکن ڈاکڑے بھجے تاکید کی تھی کہ میں کسی  
سے بھی ان کا تذکرہ نہ کروں۔"

"مگر میں دھوکیا یہ لکن نہیں ہے کہ آپ ہی کی طرح ڈاکڑے  
بھی بیچ نہ کھلا ہو۔" "میں نے بھی اس پر غور کیا ہے۔ مگر بھر وہ جل ہوئی لاش کس  
کی تھی جو بھے سے برآمد بھی تھی؟" "ہو سکتا ہے کہ وہ کسی طازم کی لاش روپی ہے۔"  
نہیں جناب ہم دلوں کے علاوہ ایک متھس بھی گھر میں موجود  
تھیں تھا۔ ڈاکڑے کبھی کوئی گھر میں طازم رکھا ہی نہیں۔ اپنے کام خود  
ہی کرتا تھا۔ بھجے پہنچے ایک لڑکی میں وہاں رہتی تھی۔ اس کے  
جلانے کے تین سال بعد میں وہاں بھی تھی۔"

فریدی نے میں یا سر جزو کے متعلق اس سے کسی قسم کے  
سوالات نہیں کیے۔ حالانکہ جید پر جزو کے متعلق بھی بچھوچھے

دلوں میں پر مو فرق نہیں ہو سکتا۔" اس نے ایک  
کو سلسلت فائل سے کھینچتے ہوئے کہا۔ اور اسے بھی فریدی کی طرف  
بڑھا دیا۔

یہ اسی تصویر کا کار ٹو نسٹ تھا، جو حید نے پہلے دیکھی تھی۔  
فریدی نے جیب سے سوسو کے قیمت نکالے اور  
اس آرٹسٹ کی طرف بڑھا تے ہوئے بدلے۔ اسے قبول کیے۔  
"ارے نہیں جناب۔ ہرگز نہیں۔ پیسکل مدد کرنا میرا فرض بنے  
اس کا دھوکی بے کروہ مخفی یادو اشت کے سہارے قریب  
ساری تفاصیل واضح کر سکتا ہے اور میری دانست میں اس کا دھوکی  
غلط بھی نہیں ہے۔ کیا میں دھونکے سلے میں کوئی تفصیل نظر انداز  
ہوئی ہے؟"

"جی نہیں۔ میں نے تو نہیں دیکھا۔" "اچھا شکریہ" فریدی اٹھ گی۔

جید کی نیزد پھر غائب ہو گئی تھی۔ ڈانٹگ ہال میں پہنچتے  
ہی جید تصاویر کے متعلق استفسار کر رہی تھا۔

"ٹھہر دا بھی بتاتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور ہال سے  
نکلت پڑ گیا۔ "وہ پھر لشکن میں آئی تھے اور فریدی نے مشین اسٹارٹ  
کرتے ہوئے کہا۔" "غابیا تم کچھ بھی گئے ہو گے کہ میں دھوکے ساتھ جو مرد  
ہے، وہی ہو سکتا ہے جس کی بھی تلاش ہے۔"

"غابیا میں بھی کہتا ہوں۔" جید نے خشک لہجے میں کہا۔

"لیکن حیرت انگریز را تھا بھی تک میری بھر میں نہیں۔ اسکا۔" "کون سا؟"

"یہی کہ آپ کو کسی منقار کی تلاش تھی مگر وہ فنکار بکلا۔" فریدی نے جو میں اس کے  
حلاصیوں کا مالک ہے۔ پھر حمل آئیں اس پر حیرت ہو گی کہ  
یہ بیک میں نے اسے کہاں سے کھو دکالا۔ میں دراصل ان  
چالہوں پر پوچھ چکر کرتا ہا ہوں جہاں میں دھونے اس نامعلوم آہی  
کے ساتھ کبھی تھوڑا صادقت بھی لگا رہا ہے۔ یہ ہوٹل تو ان کی نیشن  
کے لیے مخصوص تھا۔ وہ دلوں انکر سیہی رات کا کھانا کھاتے تھے۔  
جڑا چونکہ انی فرمیت کا ایک بی تھا اس نے ایک بار  
بھی میں ساتھ دیکھا پھر نہ جلا سکا۔ ہیہاں کے مالک سے میں نے  
اس جوڑے کے متعلق بچھا تھا اس نے اعتراض کیا کہ ایک ایسا  
ضھوک خیز جوڑا میں انکر آتا رہتا ہے۔ اور چھر اس نے اپنے ایک

کار ٹو نسٹ درست کا تذکرہ کیا جو ہوٹل ہی میں رہتا تھا۔ اس نے

"ابے وہی بیٹے تھے۔ میں انکی بچی کے اشیت۔ جلدی آؤ سالے سورہ نہ میں اپنے گولی ماروں کا پھر اس گلہری کی بچی کو بھی مار دلوں کا جس کی وجہ سے یہ سال میں دھرو۔ اس کی توفی کی تھی۔ اسے باب رے حیدر بھانی کو کہ کے لیے جلدی اُو۔ ارے۔ بھاروں ہیں؟"

"تو یہ بھیسا اونچی بچی رات تھاری کپاڑتھیں مرا تھا۔ بھیدنے پوچھا۔

"ابے اسیں۔ پل قل وہی۔ میں دھو قبی بے سالی کہ سب ڈاکڑ دو بے ہیں۔ بھی کہتا ہوں ڈاکڑ شیخیں بیں۔ الی کمی اور جنہوںی خورت بیٹی نے آج تک نہیں دیکھ۔ سب ملے ڈاکڑ دو بے قبی ہو سکتے ہیں؟"

"اچھا۔ اچھا میں خوراک رہا ہوں۔ کیا کپاڑتھیں دلچسپی ہے۔ سبے پہت تیر دروشنی؟"

حیدر بھی بھی کفریدی کے آدمی اب بھی کوئی کی تکرانی کر رہے ہیں۔ اس وقت بھی انہوں نے سرچ لاٹیں اس عالم کی ہوں گی اور ان پر فائز بھی کر رہے ہوں گے لیکن تو قسم کی خانیں خانیں اور دھوائیں دھوئیں کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ ان پر بھی فائز ہو رہے ہیں اور دھماکے ان کی کھوپڑیاں بھی اڑا رہے ہیں۔

"اچھا۔ سارے دھمازے بند رکھو۔ میں نے ماڑھو میں میں کہا اور سلا منقطع کر دیا۔ اب وہاں مقامات کے بینر ڈائل کرتے لگا۔ جہاں سے کسی بھی فریدی کی سرجدگی کی اطلاع مل سکتی تھی۔

بہزار دقت ایک جگہ خود فریدی ہی فون پر بل بھی جید نے اسے قاسم کے بتائے ہوئے داتھ سے مطلع کی اور سلا منقطع کر کے گیراج کی طرف بھاگا۔ ریو اور اس کی جیب ہی میں موجود تھا۔ کیوں کہ آض سے والی پر اس نے اب تک بیاس نہیں تبدیل کیا تھا۔ بڑی جلدی میں اس نے اپنی کار گیراج سے نکالی اور قام کی کوئی کی طرف چل پڑا۔ لیکن یہ مزوری نہیں تھا کہ وہ جلد از جلد وہاں پہنچ ہی جاتا۔ یہ شہر کی روشن کا وقت تھا۔ بڑکوں پر گزیک کی پھیر بھاڑتھی۔ جگہ جگہ خود کا رنگنی راستہ روکے کھڑے نہ پہنچ سکا۔ بہر حال وہ ادھی گھنٹے سے پہلے قاسم کے گھر تک نہ پہنچ سکا۔

لیکن یہاں توب اسنا تھا۔ دیسے لادھا دسرچ نبیاں کپاڑتھیں نظر آری تھیں اور تین سرچ لاٹیں کے علاوہ کپاڑتھیں کے بیب بھی روشن تھے۔

متعدد لاشیں۔ حیدر پہلی نظر میں شمارہ کر سکا۔ پھر جیسے ہی وہ کپاڑتھیں داخل ہوا فریدی پر نظر پڑی، جو بے سر کی لاشوں کے

جھیٹیں اور اسیں ایک بھی تھیے تین بند کاغذات سمجھ رکھ کر تینہنے کو سمل کرنے لگا۔

"یہ تھا وہ بیک فوری کے لیے بھیں یا جکھے کے ادیوں کے لیے؟" بھیدنے پوچھا۔

"وتم جانتے ہیں بھر کا یہی قابلت کے کام میری بیک فوری می سرچا جام دیتی ہے۔"

اس کے بعد بھر ان سی کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی۔ اض کا وقت دیر ہوئی ختم ہو چکا تھا اور انھروں میں ان کے علاوہ ہفت رات کی ڈیونی دا لیے ہی اس مختارت میں نظر آ رہے تھے۔

حیدر کو تھا کہ آنا پڑا۔ کیونکہ فریدی اسے بتائے بغیر کہیں اور جلا گیا تھا۔

گھر پہنچ کر اس نے کافی پی اور ایک صوفیہ پر دھیر ہو گا۔ تینہن پروری نہ ہونے کی بنا پر بھیت کیستہ تھی۔ اس نے اس نے کھس باہر جانے کا ارادہ قطعی ترک کر دیا۔

آج سرداری بھی اونٹ دنوں کی سمت پھر زیادہ ہی تھی۔ اس نے تھکن کے عالم میں "حیات" سے دیوارہ کسی دوسرا میتھا شی میں کوئی چارم نکلا رہا یا اٹک کر نہیں سے پہلے دھاں میتھا شی سے دوڑ دی رہنا چاہتا تھا اور شاید دوسرے ہی دن کھانا غصیب ہوتا، پتا نہیں کہوں آج کل اس کی بھوک بھی قاسم ہی کی طرح کچھ متعلق سی گئی صفات کا ناشروع کر دیے اور پس پھر کوئی کھاتی رہ جائے۔" تو صرف سرچرزوں ہی کیوں حیدر صاحب۔ بھی دلائل ایسیں دھو پر بھی لاد سکتے ہیں۔"

"آہاتھیں اس کی طرف سے ملٹن کب ہوں۔ ہو جاتا ہے کہ سب کچھ دنوں کی پلی بجلگت سے ہو رہا ہے۔" اسی طرح کوئی تسلیم کی ملٹن کے ہو سکتا ہے جس کا علم ان دو دنوں کو بھی نہ ہوئے فریدی ملکرایا۔

"یہیں ہے دلائل اپنے بچھے تھجیت کی بناء پر ملٹن کے ہو سکتا ہے۔ کی میں ہے ملٹن بارا ایسے حالات سے دوچار ہوتا ہے۔ کی میں ہے ملٹن یادداشت میں ایسے محفوظ ہیں، جن سے تعاقر رکھنے والے انتہائی مظلوم آدمی ہی اصل فرم ثابت ہوتے۔"

"اوہ حیدر صاحب ایسے مظلوم آدمی بھی اپنی یادداشت سے نقصی طور پر محفوظ ہوں گے، جو اپنے مقام کے بھی شکار ہوئے تھے اور نیچو بھی نہیں تھا۔ میں فرش یعنی فرم کوئی قطبی تعلق آدمی ثابت ہوتا تھا جس پر پہنچے ہماری نظر ہی نہیں پڑی تھی۔"

"اب تو قاسم ہی کے اندماز میں پہنچ کوئی چاہتا ہے کہ نیچھے دو طبق پھاڑک ریچ رہا تھا۔"

"یہاں ہے۔ کون آگئے ہیں۔ آہستہ پر لوگیا بات ہے؟"

"شاید تم پوری نہیں سے لے کے؟" فریدی ملکرایا۔ صرف تین گھنٹے سو بھویں:

"تیر۔ کیا یہ تینہن بھکار اس نے لادھا دجا نہیں کی طرح کوئی آدمی بھی پیال رکھا ہو جس کا علم اس کے علاوہ اور کسی کو کبھی ہوئی نہ کسی آدمی پر اس قسم کے تجربات اسی وقت جائز ہیں، جب قانون ان کی توثیق کر دے، اور نہ وہ جو اس ہی کے تحت آئیں گے۔ بچھے پچھلے بچا سال کے ریکارڈ میں کوئی ایسی نشانہیں نہیں کیسی کو اس قسم کے تجربات کی اجازت دی گئی ہے۔" آپ دوسرے امکانات پر بھی کیوں نہیں غور کرتے؟"

"تم غدر کے کمی نتھی پر بچھے بچھے ہو تو بچے بتاؤ۔" "سرچرزوں؟"

"اوہ۔ تم نے ابھی تک اس کا بھیجا تھیں جوڑا۔ تینہن پروری نہ ہونے کی بناء پر بھیت کیستہ تھی۔ تصویر صرف اس پر اسرا را آدمی کی تھی۔ میں دھوکی تصویر اس سے علیحدہ کر دی گئی تھی۔"

حیدر پھر پر نہ چھانٹ کر اگارہ کرتا تھا۔ اور فریدی کو کسی کی پیشہ سے لکھا ہوا سکار کے ہلکے ہلکے کش سے رہا تھا۔

"تو اپ کا یہ نظر ہے بھی ختم ہی ہو گیا کہ ڈاکڑ دو بے زندہ ہے۔" حیدر نے شرمندی کے بغیر کہا۔

"اس کے متعلق میں اب بھی اٹھنے میں ہوں۔ پہلے میں نے سوچا تھا ممکن ہے وہ جلی ہرمنی لاش کی ملازم کی رہی ہو لیکن اس دھونے اس خال کی تھی سے تردید کر دی۔"

"اور وہ نظر ختم ہو گیا۔"

"تن۔ نہیں یا فریدی نے متمنک آزادی میں سرکو خبیث دی۔" اس نظر سے کا ایک جزا اب بھی میرے پاس ہے۔ ہو سکتا ہے ہے میں دھوکو دہاں اس آدمی کی موجودگی کا علم ہی خدا ہو۔"

"یہ کے ممکن ہے۔ وہ دن رات دیسیں رہ جائے۔"

"لیکن اس کے باوجود بھی اسے علم نہیں تھا کہ وہ کوئی کمی کی تحریک کر رہا ہے۔"

تجربہ کا ہے اور اس وقت تک علم نہیں بوسا جب تک ڈاکڑ دو بے نے خود نہیں چاہا۔

"یہی دجا نہیں کہ بھی کہتا کہا جاتے ہیں؟" حیدر نے پوچھا۔ اس قسم کے سارے تجربات مختلف قسم کے جانوروں سے گزریں ہیں۔ کہا جائیں ہے؟"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھتا۔"

اب تریڑی نے منقار کی بنائی ہوئی تصویر نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔

"اوہ؟ وہ یہکی چھل پڑی۔" یہ۔ کس نے بنائی بے جناب۔ بچھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی کسی اڑست کر پوز دیا ہے۔ یا اس پر اسرا را آدمی کے ساتھ کوئی تصویر پھیوانی ہے؟"

"یہ وہی آدمی ہے تھا۔" سو فیصد وہی جناب۔ ذرا ہر بھر بھری فرق نہیں ہے۔" "اچھا اس دھرو۔ اب اجازت دیتی ہے؟" "بولا۔" کل آپ یہاں سے نہ سفر کریں۔

اسی شام کو اس میں فریدی نے میز پر منقار کی بنائی ہوئی تصویر کے لادھا خوٹ پر نہ پہنچے۔ تصویر صرف اس پر اسرا را آدمی کی تھی۔ میں دھوکی تصویر اس سے علیحدہ کر دی گئی تھی۔

حیدر پھر پر نہ چھانٹ کر اگارہ کرتا تھا۔ اور فریدی کو کسی کی پیشہ سے لکھا ہوا سکار کے ہلکے ہلکے کش سے رہا تھا۔

"تو اپ کا یہ نظر ہے بھی ختم ہی ہو گیا کہ ڈاکڑ دو بے زندہ ہے۔" حیدر نے شرمندی کے بغیر کہا۔

"اس کے متعلق میں اب بھی اٹھنے میں ہوں۔ پہلے میں نے سوچا تھا ممکن ہے وہ جلی ہرمنی لاش کی ملازم کی رہی ہو۔"

"اور وہ نظر ختم ہو گیا۔"

"تن۔ نہیں یا فریدی نے متمنک آزادی میں سرکو خبیث دی۔" اس نظر سے کا ایک جزا اب بھی میرے پاس ہے۔ ہو سکتا ہے ہے میں دھوکو دہاں اس آدمی کی موجودگی کا علم ہی خدا ہو۔"

"یہ کے ممکن ہے۔ وہ دن رات دیسیں رہ جائے۔"

"لیکن اس کے باوجود بھی اسے علم نہیں تھا کہ وہ کوئی کمی کی تحریک کر رہا ہے۔"

تجربہ کا ہے اور اس وقت تک علم نہیں بوسا جب تک ڈاکڑ دو بے نے خود نہیں چاہا۔

"یہی دجا نہیں کہ بھی کہتا کہا جاتے ہیں؟" حیدر نے پوچھا۔ اس قسم کے سارے تجربات مختلف قسم کے جانوروں سے گزریں ہیں۔ کہا جائیں ہے؟"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھتا۔"

اجرام کیا ہو گا؟ محبود کو خلافت کی گوجبی۔

"خدا کے نیمیں خاموش رہیے۔ آپ مجھے جڑا جڑا بنانے کی لکشش کر رہے ہیں۔ میری عادت خراب نہ کیجئے۔ میں دامنی خوش دل کا قابل ہوں۔" صولات مرزانے بے بُری سے بُرے ہے بُرے ہے کہا۔

"مرزا صاحب آپ واقعی انتہائی حیرت انگیز ادمی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ آپ کو دوست بناؤں۔"

"چیزیں بنایا دوستہ۔" صولات مرزانے ہنس کر مصافح کیے ہاتھ پر چھایا۔ ان کا صاف فرم جوش اور طولی تھا۔

"آپ ہم دوست انضالیں گفتگو کریں گے۔" "محید نے کہا۔" "حقیقت ہے کہ میں ڈھو آپ سے خالق ہے۔ میں نہیں جانتا کیوں؟ اسے تو خوش ہونا چاہیے کہ ایک دی یونیورسٹم کا ادمی اس پر ماشی ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جوانی میں اسے کسی نے نہ پوچھا ہو گا۔"

"کیا وہ بچ مجھ خالق ہے کہیں؟" "صولات مرزانے میحر انداز میں پوچھا۔

"ہاں دوست۔ اگر بات نہ ہوتی تو میں یہاں نظر کیوں آتا اور پھر آپ کو دھوند لکھانا۔ اگر کام بھی تو نہیں تھا۔ وہ اتنی بھی خوف زدہ ہے کہ میں تشویش ہوں گی اور ہم اتنی در درسی مول یعنی پر آمادہ ہو سکے۔"

صولات مرزا خاموش ہو گیا۔ اس کا چہرہ تو سپاٹ تھا لیکن انکھوں سے اٹھن کا انہار ہوتا تھا پہاڑیں کیوں خود فال انکھوں سے ہم آہنگ نہیں معلوم ہوتے تھے۔

رشابیں میں کسی بصیرت میں پھنسنے والا ہوں۔" وہ کچھ در بعد آہتر سے بڑا بڑا اور محید کے جسم میں شنسی می دوڑا گی۔

"کیوں ہی کیا بات ہے؟" "میں کہتا ہوں اخروہ خالق کیوں ہے یا اب مجھے بھی سوچنا پڑا ہے۔ آپ تھیک کہتے ہیں کہ اسے تو خوش ہونا چاہیے۔"

"مگر آپ میبیت میں کیوں پھنسنے والے ہیں؟" وہ پھر خاموش ہو گی۔ محید اس کی انکھوں میں ذہنی کشمکش کی جگلیاں دکھو رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا کہ آپ یا ادمی کوئی ایسی بات اگلے والے ہے جو صحیح صوری میں اس کے نظائرات کی تائید کر سکے۔

اس نے خوراکی دیر بعد بھرائی بھرائی آواز میں پوچھا۔ "ہم دوست ہو چکے ہیں تاکیسیں؟"

دیکھنے ویکھنے میں ایک عورت کی شکایت پر یہاں آیا ہوں۔ "محید نے اس کی انکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔" اس کا کہنا ہے کہ آپ اسے پریشان کر رہے ہیں۔" صولات مرزا نے متھراں انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ ۰۰۰ پھر یہکیں بھیلے بھیے میں بولا۔

"آپ اخلاقی سے جائیں ورنہ یہیں کو فون کرتا ہوں۔" کیا آپ مجھے بالکل احق سمجھتے ہیں۔ آپ جعلی پلکیں افسوسیں۔ میں آئنے دن ایسے انکھوں کے متھقا اخبارات میں پڑھتا رہتا ہوں۔ آپ مجھے ایک پانی بھی نہیں وصول کر سکتے۔ اگر راہت پانی کا ارادہ ہو تو اس سے بھی تیکھے نہیں ہٹوں گا۔"

"میں میں ڈھو کے متعلق گفتگو کر رہا ہوں۔" کیسے تو کسی باور دی افسوس کو بھی طلب کر دوں۔"

"میں ڈھو۔" صولات مرزا کا بھر جزر میگی لیکن اس بار اس میں استحباب بھی شامل تھا۔ وہ جذبے متھراں انداز میں محید کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔ "مگر میں ڈھو کو مجھ۔" کیا شکایت ہو سکتی ہے جس کے لیے اُنہے پولیس کی مدد حاصل کریں گے؟"

"میرے خدا۔" اس کی انکھیں حیرت سے بی گیں۔ "کیا یہ کوئی جرم ہے یعنی کہ شادی کی درخواست کرتا۔ کہیں ہیں حیرت کی زیادتی کی وجہ سے پاکی دہو جاؤں جناب؟"

"وہ ایک بُری ٹھیکی اور انتہائی درجہ بدشکل عورت ہے مerna صاحب۔ آپ اس کے مقابلے میں بہت کم عمر ہیں۔" بُر آپ کی انکھیں کسی معمر ادمی کی انکھوں کی سی گہرائی رکھتی ہیں لیکن میں ڈھو اور آپ میں زمین و آسمان کے فرق سے بھی کچھ زیادہ فرق ہے۔"

"یہ میرا قطعی بھی معاملہ ہے جناب! اگر ناکی کسی بھی عدالت میں میرا مقدمہ پیش کیجیے۔ اگر بھی ایک دن کی بھی سزا میں مکمل تو تو میں بچ سے استعفای دکاروں کا کردہ بھی چھانسی رکھتا ہے۔" غصب خدا کا بہ شادی کی درخواست کرتا بھی جرم قرار پاک ہے۔" حقیقی یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس کے لیے محید دوڑتا ہوا آتا۔ اس کی عقل چلا کر رہا ہی۔ لیکن اس نے جلدی سنجھالا ہے کہا۔" ایسی بے جوڑا ٹھیک آج تک میری نظاروں سے نہیں گزرا۔"

"وہ معاف کیجیے کہ آپ حد سے بڑھو جہر کیلئے۔" کوئی بھی بھیچے اپنی پسند پر ٹوکنے کا حق نہیں رکھتا۔" وہیں میں میرے لیے ہتوار ہی ہے۔" اس نے میز کے ایک کوٹھے سے

ہوٹل ڈی فرانس کے کراچی ستائیں میں مقیم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اُسے چیک کرو۔ اپنی شخصیت چھپانے کی ضرورت نہیں۔" "مگر پھر۔ ان محترم کی چوکیداری کون کرے گا؟" محید نے چھلنے کے سے انداز میں پوچھا تھا۔

"مکرمت کرو۔" اُن چاروں افغان ہاؤنڈز کو کپاونڈ میں چھوڑ کر چلے جاؤ جو ہمیشہ بندھے رہتے ہیں۔ مگر بھائیں گھاٹ کھاڑ رہتے پانے ورز وہ سارا شہر اُن پیٹ کر رکو دیں گے۔" میکا اس صولات مرزا کو حراست میں لے دوں؟"

"نہیں۔ تم صرف میں ڈھو کے بارے میں اس سے پوچھو چکر کرو۔" اُسے تم یہ بتا سکتے ہو کہ میں ڈھونے اس کے خلاف روپرٹ درج کرائی ہے کہ وہ اس سے خائف ہے۔" کفتگو ہمیں ختم ہو گئی تھی اور حمید سارے انتظامات مکمل کر کے ہوٹل ڈی فرانس کی طرف روانہ ہو گی تھا۔

محتوڑی دیر بعد اُس نے گراہنی ستائیں کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ گھلو اور اس کے سامنے دبی آدمی موجود تھا جس کی تصور منقار نے بنائی تھی۔ وہ یقیناً ایک وجہہ اور دلکش آدمی تھا۔ اس میں صفت مقابلہ کے لیے یقین طور پر بڑی سیکس اپیل ہو گی۔

"فرمائیے جناب!" اس کا بھی بے حد شریفانہ تھا اور آواز زم تھی۔

محید نے سوچا کہ وہ کسی بڑے آدمی کا احیثت تو ہو سکتے ہے لیکن خود بڑا نہیں ہو سکتا۔

اس نے اپنا تعارفی کارڈ لکھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ لیکن اب سوچتا ہے تاہم کہ اُسے کیا ہو گا تھا؟

دو بنجے دن تک وہ بورہ ہوتا رہا لیکن مگر آج فریبی اُسے میں ڈھو کی نگہداشت کے لیے گھری بچھوڑا گیا تھا۔ تاکہ بھی تھی کہ میں ڈھو کو تھہرا دیجھوڑا جائے۔ وہیے حمید ابھی تک اس کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ فریبی کا روتیہ اس عورت کے ساتھ تھی تھا کہ وہ دلار یا وہ سب کچھ مصلحت کوئی کھٹکی کرتے ہے۔ کبھی کبھی خیال فروز رکھتا تھا کہ فریبی اپنے ہمدرداڑ میں مخفی نہیں ہے۔ بلکہ اس نے بعض شبہات کی بناء پر اسے اُبھار کھا ہے۔

دونجے فون کی گھنٹی بھی۔ دوسری طرف سے فریبی بولوں رہا تھا۔ اس نے حمید کو اطلاع دی کہ وہ آدمی مل گیا اس کا تماش تھی۔

"اس کا نام صولات مرزا ہے۔" فریبی نے کہا۔" اور وہ دلائیں۔ میں دزادری پوک قسم کا ادمی ہوں۔" بھیں میں سے پولیس میرے لیے ہتوار ہی ہے۔" اس نے میز کے ایک کوٹھے سے

دریں کو ایس پیٹ سے گفتگو کر رہا تھا۔

چھائی کے باہر شاید پورا علاقہ احمد آباد ہوتا اگر بھی کہتے ہوں کاروں میں لگے ہوئے لاڈڑا اپنکو دلے کے فریبی سے مارے گھاٹ کے میں کرفی کے نفاذ کا اعلان نہ کر دیا ہوتا۔ محید کو ایک لاش چکار کرہا گیا۔ بھی میں نہیں آہاتھا کہ اُسے کیا کرنے لے دیا ہے۔" آیا بے؟

فریبی نے اُسے دیکھا اور اپنے قربی بائی کا انتشار کیا۔ اُس نے اُسے ہدایت دی کہ وہ اندر جائے اور میں ڈھو کے کمرے میں موجود رہے۔ بیک وقت اتنی لاشیں دیکھ کر حمید بوکھلا گیا تھا۔ اس نے دھبے چون وچار کوئی تھی اور حمید سارے انتظامات مکمل

اور پھر دوسری صبح اُسے پچھل رات کے سارے واقعات کسی بھائیں گھاٹ خواب کی طرح یاد آ رہے تھے۔ وہ میں ڈھو کے کمرے میں تھا اور اس کی بچڑی بھوٹی ہوتی تھا۔ اس کی نزاکی میں بھائی بھوٹی اور حمید نے بھر جاتے ہیں۔ میں ڈھو فریبی کی کوئی تھی میں لاتی گئی تھی اور حمید نے بھر جاتے ہیں۔ میں ڈھو فریبی کی کوئی تھی اور حمید نے بھر جاتے ہیں۔

چھرے پر بھائی دیکھی تھی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اب اسے کسی بات کا خوف نہ رہ گیا ہو۔ مگر حمید اسے کہنے تو زور نظر دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کس بلکہ ایسا اداکاری کرتی ہے۔ قائم کی کوئی تھی میں تو ایسا لگ رہا تھا جیسے صرف چند گھنٹوں کی مہمان ہو۔ لیکن اب سوچتا ہے تاہم کہ اُسے کیا ہو گا تھا؟

سین کی شیخے کی اپناش نہیں ہرف پاہیے یہ حیرتے  
حد خلوص کا اظہار کیا۔

”میں حقیقتاً صیحت تک پہنچا ہو۔“ حیرتے  
بیٹھے تک ایک شاطر جو روزگار کتھا۔ مجھے اپنی لفڑی کی  
بھی خلنوں ہوتی تھی۔ تین بے غفتہ کام کرتا تھا لیکن ان  
میں اول کا ناپ رہا ہے۔ میں کبھی لفڑی کا ناپ نہیں ہوا میکن اج ایسا  
محسوں ہو رہا ہے جیسے تین کسی بہت بڑے جرم میں ماخوذ کی  
جانش علاجم جس کے سامنے چمدی اور گہنی کو فتح نہیں رکھی۔  
”وہ کون ہے؟ نام اور پتا بتاؤ؟“

”میرا خال ہے کہ وہ اسی شہر میں رہتا ہے لیکن وہ غیر متوقع  
ہے کہ اس نے بھی اپنا قام اور پتا مجھے سمجھ نہیں بتایا۔ صرف سریم  
طور پر ہوں کرتا ہے اگر کوئی پروگرام بناتا تو۔ میں آپ کو مزدود  
سلطان کروں گا۔ خدا راجھے اس جمال سے بجاں دلانے ہے۔ میں  
ابنے جو ام کی مزا جھکتے کرتا ہوں لیکن بس دوام۔ خدا کی پناہ۔“

”تم غلامت کرو۔ یہاں اب چار آدمی ہر وقت تھماری  
خراں کریں کے۔ اگر تم نے ہیں دھوکا دینے کی کوشش کی تو تجھے  
کی زندگی داری خود تم پر ہوگی۔ ہم بھیں والے بہت جلد کسی بات  
پر یقین کریں کے عادی نہیں ہوتے۔ جب تک میں اس آدمی  
کو حقیقتاً زیکر کروں۔ تھماری طرف سے ملکن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ  
ایسی کہانیاں تو ہم دن رات گفتہ رہتے ہیں۔“

”آپ مجھے تابت قدم پائیں گے جناب۔ چار نہیں جاہزادے  
اویس سے مگر انی کلمے۔“

حید نے اسے گھر اور افس کے فون ببر لکھوںتے اور  
پنجے ڈاشنگ ہال میں آما۔ یہاں سے اپنے چار مالکوں کو  
فون کیے جیسیں صولت مرا اکی مگر انی کرنی تھی اور اس وقت تک  
دیں۔ مثہرہ راجب تک کہ ان چاروں نے وہاں پہنچ کر اپنی اپنی  
پوزشن نہیں لے لی۔

اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی کے قول کے مطابق اب  
یکیں خود اسی کاشت ہونے والا ہے کیوں کہ سرجزت وائے  
لطفیے سے فریدی مستحق تو فرور تھا لیکن اسے محض مفروضہ قرار  
رتا تھا۔

”تم نے بہت اچھا کیا دست۔ میں تھیں مبارک باد  
درتا ہوں۔ یہ واقعی بہت بڑا چکڑ ہے۔ اگر بھانسی ذہوتی تو جس  
دوام کی سزا تو تھارا مقدور ہے کہ جاتی لیکن اب تم مطمئن رہو۔  
ہم تھیں وعدہ معاف گواہ بنانے کا صاف بجا لیں گے۔ تب میں کہہ  
سکوں گا کہ میں نے دوست کی دوستی کا حق ادا کر دیا۔ باں اچھا  
اس آدمی چیخیزی کا حلیہ کیا ہے؟“

یک بیک صولت مرا بہت زیادہ خوفزدہ نظر آئے تھا۔  
”وہ ایک دبلا پتلا بھڑکا ادمی ہے۔“ صولت مرا نے  
خواری دیر بعد بھراں ہوئی آواز میں کہا۔ ”صحبت عمر کے لحاظ سے  
کہا گی کہ میں بھروسے عشق کروں اور شادی کی خواہش ظاہر  
ہے۔“

اپنے ساتھ بچتے کنواں بھی ہے۔ کیوں؟ ”فریدی نے محمدی  
طرف دیکھ کر کہا۔

”باں شاید ہے تو۔“ حید نے جواب دیا۔

”مگر میر صولت مرا۔ اگر وہ بہت زیادہ ممتاز تھا تو کیا  
کیا ہو گا۔ مثلًا ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی مگر انی بھی کام کر رہا ہو۔  
اگر وہ کسی بڑے چکر میں ہڈا تو قین رکھے کہ اس نے آپ پر بالکل  
ہی اختیار نہ کیا ہو گا۔“

”پھر بتا نیچے میں کیا کروں؟ میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد  
یہ مسئلہ صفات ہو جائے۔ میں زیادہ دیر تک اطمینوں میں رہنے  
کی نیکی نہیں رکھتا۔“

”ہوں۔ اُوں۔ سوچنا پرے گا۔ اچھا۔“ فریدی نے  
متکر از انداز میں کہا اور گھری کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”احبی تو  
کافی وقت ہے۔“

چھر اس نے ایک سکار میلکا یا اور کوئی کی پشت سے  
ٹکر لے۔ اس وقت رات کے سات بج رہے تھے۔

ٹکلے دن سے اس وقت تک حید نے صولت مرا  
کی مگر انی کرنی تھی اور آج شام کو چار بجے صولت مرا نے اسے  
فون پر اطلاع دی تھی کہ آج ہی پروگرام میں گیا ہے۔ اگر یہ وہ  
چھوٹے سے تک ہوں ڈی فرانس پہنچ جائے۔ لہذا آج ہی ایسے  
نہیں آیا تھا۔ اس کے ساتھ دیکھی بھی تھا۔

فریدی نے صولت مرا کے متعلق حید کی روپرفت سنن کر  
اتا کہا تھا۔ چلو میر انداز میکسٹ کھائی۔ مگر مجھے اس کا کوئی نغم نہیں  
بے کیوں کہ یکیں تین پہلے ہی تھارے پر دکھا کر جاتا تھا۔“

حید نے اس خبر پر غیبی تو کیا بھائی میکس الیٹ سرہنور پیٹا  
تھا۔ یہ سوچ کر اب اگر اسی طرح کیس پر دکھا کر جاتا  
تو کیا ہوگا۔ وہ تو کیس کا زر ہے۔

مس ڈھوائی بھی نارمل رہی تھی اور کوئی خاص واقعہ بھی  
پیش نہ آیا تھا۔ اب اس وقت صولت مرا اور وہ دو فردا پہنچے ہو ج  
رہے تھے کہ چرخ میکس طرح ہاتھ ڈالا جائے۔

خواری دیر بعد فریدی نے کہا۔ ”میری والدین میں اس کے  
علاوہ اور کوئی ہمکوت نہیں رہ جاتی۔“ صولت مرا اکہ ہم ہی  
رسک میں۔ میں دراصل چرخ میکس کو موقع ہی پر کھانا چاہتا ہوں گے  
وہ تو میری جیب میں رکھا چکرے۔ اگر اس وقت وہ ہاتھ ڈالا جائے  
کل میں اسے خود ہی پکڑ کر آپ کے سامنے لا دیں گا اور آپ اسے  
شناخت کریں گے۔“

بھت بھی ہے۔ سر بالکل شفافت ہے۔ آنکھیں چھوٹی اور اندر  
رہنی ہوئی ہیں مگر ان میں وہ دھنڈ لہست نہیں ملتی جو مفتر  
ادی کی انکھوں میں نظر آتی ہے۔

حید کو ایسا معلوم ہوئے کہ اس کے ذہن میں کسی  
سوڑ سائیکل کا اینج مکمل گیا ہو۔ یہ غلیہ صوفیہ صرف جو دن کے  
اضطراب کا یا پہنچنا جبکہ کوئی اس کا بھی ایک نظر ہے بار اور  
ہرست انداز سا تھا۔

”وہ کون ہے؟ نام اور پتا بتاؤ؟“  
”میرا خال ہے کہ وہ اسی شہر میں رہتا ہے لیکن میرا دعویٰ  
ہے کہ اس نے بھی اپنا قام اور پتا مجھے سمجھ نہیں بتایا۔ صرف سریم  
سے راحت ہوں گے۔“ خدا راجھے اس جمال سے بجاں دلانے ہے۔ میں  
ابنے جو ام کی مزا جھکتے کرتا ہوں لیکن بس دوام۔ خدا کی پناہ۔“

”تم غلامت کرو۔ یہاں اب چار آدمی ہر وقت تھماری  
خراں کریں گے۔ اگر تم نے ہیں دھوکا دینے کی کوشش کی تو تجھے  
کی زندگی داری خود تم پر ہوگی۔ ہم بھیں والے بہت جلد کسی بات  
پر یقین کریں کے عادی نہیں ہوتے۔ جب تک میں اس آدمی  
کو حقیقتاً زیکر کروں۔ تھماری طرف سے ملکن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ  
ایسی کہانیاں تو ہم دن رات گفتہ رہتے ہیں۔“

”آپ مجھے تابت قدم پائیں گے جناب۔ چار نہیں جاہزادے  
اویس سے مگر انی کلمے۔“

حید نے اسے گھر اور افس کے فون ببر لکھوںتے اور  
پنجے ڈاشنگ ہال میں آما۔ یہاں سے اپنے چار مالکوں کو  
فون کیے جیسیں صولت مرا اکی مگر انی کرنی تھی اور اس وقت تک  
دیں۔ مثہرہ راجب تک کہ ان چاروں نے وہاں پہنچ کر اپنی اپنی اپنی  
پوزشن نہیں لے لی۔

اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی کے قول کے مطابق اب  
یکیں خود اسی کاشت ہونے والا ہے کیوں کہ سرجزت وائے  
لطفیے سے فریدی مستحق تو فرور تھا لیکن اسے محض مفروضہ قرار  
رتا تھا۔

”میں کتنی دو رہا ہو گا۔“ صولت مرا۔ فریدی نے پوچھا۔  
”دیکھیے۔“ صولت مرا نے پھر سوچتے ہوئے کہا۔ ”اس  
جلد میں نے پھرے پہلی بار طلب کیا ہے۔“ بس نشان چراغ ہے۔  
پہلی کے درخت کے پاس ہی کیس نہ کیس روشنی نظر آئے گی۔  
روشنی نظر آنے کے نیک آدھے گھنٹے کے بعد وہاں پہنچے گا۔“  
اس علاقے میں شاید کوئی بہت بڑا پہل کا درخت ہے۔

فریدی نے قبیرہ لگایا اور بولا: "تم اپنی بد صورتی کے تذکرے پر پھر جاتے ہو۔ ہونا آفرڈاکٹر دو بے: "ہاں۔ میں ساری دنیا کو جتنا رکنے کا صفوہ بتیا کرچا ہوں۔ تمہارے چہرے پر مل میں ایک بفتحتی میں تھیں دیوبندی عکس ہجوں۔ تمہارے چہرے پر مل جرائم کے تھیں دنیا کا بدترین آئندہ بننا ہجوان۔ تم بہت دلکش ہو۔ خود تھا تھا دیچے دوڑتی ہوں گی میں تھا راجہ و مزدرا تباہ کروں گا۔"

"تم ایسے ہی درندے ہو۔ میں جانتا ہوں۔" فریدی نے آہتہ سے کہا۔ انگریز نے میں ذھر کو گیوں چھڑا تھا؟ اسی کی وجہ سے تم بالآخر روشنی میں آگئے" "وہ وہ۔ میں اُسے چاہتا ہوں۔ بھی اس پر اتنا غصہ..."

ایسا تھا کہ اسے زندہ جلا دینے سے گزر نہیں کیا تھا لیکن یہاں واپس آئے پر جب تھے معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہے تو میں یہ چیز ہو گیا۔ کیوں کہ جسے اپنی زندگی میں وہ پہلی خلص عورت میں تھی۔ اسے مجھے طلوں تھاں میں میری بد صورتی سے مستقر تھی حالانکہ خود بھی بد صورت تھی۔ وہ مجھے بھیت شوہر نہیں پسند کر سکتی تھی۔ میں نے اپنی دلست میں زندہ جلا دیا لیکن پھر اس کی یاد میں برسوں رو یا ہوں۔ پہلے وہ مجھے اس یہ سے بھائی تھی کہیں بد صورت تھا۔ اب اس یہ سے خائف ہو گئی کہیں بہت خوب صورت ہوں۔ میرے فدا میں کیا کروں؟ میں کیا کروں؟ یہ کتنی بڑی بد فہمی ہے میں دنیا کے سارے چہرے بتا کر کروں گا۔ میں قدرت سے نقصان لے رہا ہوں تھے۔ دنیا کے ایک ایک فد کو داکٹر دو بے بناؤ دل گا۔ کوئی جھوک سے نفرت۔ مجھے حیرت مجھو۔ ایک دن تم مجھے سجدہ کرو گے۔ این مفعف یاد بے تھیں پا نہیں۔ جو نہ ماں خنثیں بنایا تھا۔ وہی لوگ جو اس کی بد صورتی کی وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے۔ اسے سجدہ کرنے لگے تھے۔ اس نے اپنے چہرے پر لفاقت دالی تھی۔ اپنے پرستاروں سے کہا کہ تھا کروہ اس کے جھن کی تاب نہ لیں کہ اس نے وہ انھیں اپنا چہرہ نہیں دکھاتا تھا۔ ہا۔ میں نے تم سب سے نقصان میں کیے تھے۔ میں یہاں سے بھاگ کر جرمی گیا تھا۔ وہاں میں نے پاشک سر جری میں کمال حاصل کیا جس سے یہ ٹھنکا تھا۔ اس نے میرے چہرے پر مل جرائم کے مجھے حسین بنایا۔ مجھے جرمی کی شہریت دلوانی۔ میں نے جنگ میں نازیوں کی شاندار خدمت انجام دیں اور ان کی شکست کے بعد بھی جرمی عالمت میں نہیں رہا۔ آج میں مغربی جرمی کے بہت بڑے داکٹر دل میں تھا۔" "اے

جن گھر پر زمین بلکہ یہاں تو پرماں جو جنت سے اُسے نکل رہے سی یہے چواعنی تھے اجلالی بھی تھا۔ جو کم از کم حاتم طالقی کے نتے میں تو کسی طرح بھی ملک نہ ہوتا۔

ہاں تو وہ ایک روشن نکرے میں چلتا ہوا احتا اور فریدی کی گفتگو کے بیل پر تھا تھا آیا۔ اس پیوندیں تھیں کہ اس کے دوفون باختر اور پرہ تھے ہوئے تھے۔ ذرا اور گردن لگتی تھی تو دیکھا کہ صولت مرزا ایک ریو اور سنبھالے کھدا مگکارا ہے۔ ریوالا کا رخ فریدی کے سینے کی طرف تھا۔ صولت مرزا کے پیچے دو آدمی مودب ٹھکرے تھے۔ یہ سفید قام تھے لیکن صولت ہی سے خدا کا معلوم ہوا ہے تھے۔ حمید بھی اٹھا یہاں۔

"تم کسی اسی پیوندیں میں آج و دوست صولت مرزا نے

سیں تھا۔ حمیدی دی بعد پنج پنج مخصوصیں شمال میں کچھ ناصلے پر ملکی سی روشنی نظر آئی۔ حمیدی دلست میں زمین کی سرطانے سے زیادہ اونچی تھیں تھیں۔

"اب مجھے کیا رنا چاہیے؟" صولت بو کھلائے ہوئے بچھے میں بولا۔

"آدھے گھنٹے بعد ہاں پہنچ جائیں گا اور ہم تو اب چلے۔" فریدی نے کہا۔

"لیک۔ کہا۔" "صولت مرزا ہمکا یا لیکن فریدی کوئی جواب دیے بغیر حمید کو اندر ھرے میں ایک جانب کھینچتا تھا جلا۔ شاید پندرہ منٹ تک وہ اندر ھرے میں جھکتے رہے۔

حمید کو اب وہ روشنی بھی نہیں نظر آ رہی تھی۔ ایک ہلکہ فریدی نے خوش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے فخر مندی کے بادل چھپتے تھے۔ لینڈ کمنٹری پوسٹ تک وہ لوگ چیپ سے آئے اور فریدی نے چیپ پوسٹ کے اعلانے میں کھڑا کر دی۔ یہاں کے سارے ہی چکیدا رکنی فریدی کو بخوبی پہچانتے تھے اس لیے چیپ وہاں چھوڑی جا سکتی تھی۔

اس غارت کے بعد پھر دوڑ دوڑ تک کسی غارت کا پتا نہیں تھا۔ سڑک کے دونوں جانب جنکل بکھرے ہوئے تھے۔ تقریباً افغان میل پیدا ہلنے کے بعد وہ بائیں جانب ایک بگڑندہ کی پڑا تھے۔

"یہ کہنے چاہیں ہے جناب؟" دفعتاً صولت مرزا بولتا ہوا۔

"اگر زندہ ہے تو بتاؤ وہ کہاں ہے؟" صولت مرزا سکرایا۔

"اس دوران میں تونہ جلتے کہتے داکٹر دو بے پیدا اور فنا ہو گئے۔" "داکٹر دو بے۔ میرے سامنے موجود ہے اور سمجھتا ہے کہ

اس کار بیو اور بیوں آسماں نہ دیکھنے دے گا۔" "خوب" صولت مرزا مسکرا یا۔ "کیا داکٹر دو بے لئا تھیں میں تھا۔

"کھیڑا بات داکٹر دو بے" فریدی بڑا سامنہ بن کر بولتا ہوا۔

اور تذکرہ چھپڑا ایسی کھیڑا قسم کی سننی فیزیاں میرے یہ کوئی وقت نہیں رکھیں۔

"کھارا امر جو دھکن پلاٹک سر جری کا تیجہ ہے۔ ذرا اپنے

چھڑے باختہ پر اور بے دھنکا جنم بھی دیکھو۔" "خاموش" دلست میں تو وہ کہیں نہ دکھانی دیا۔ حمید نے

اویہ شکل اختر کے تھے داکٹر دو بے بنکر مرے کے سے یہے

خبر تھیں چھوڑ دوں گا۔

"تو چھاپ بھی کیوں نہیں کرتے؟" صولت مرزا نے حوالہ کیا۔ "خواہ خاطرات میں پڑنے سے کیا فائدہ؟ وہ مجھے جو صولت مرزا کا ایک طولی کش لیا اور پھر اس ایش نو سے میں رہتا ہوا بولتا ہے۔" "میں تو اسے آبے سے گفتگو کرتے ہوئے پڑا تاپاہست

بھول۔ فریدی نے کہہ کر سکار کا ایک طولی کش لیا اور پھر اس ایش نو سے میں رہتا ہوا بولتا ہے۔" اب میں تھنا چاہیے؟" وہ دوفون بھی کہتے ہوئے اور فریدی نے کہہ، "تو چھر، لوگ بینہ کھڑے پوسٹ تک کھڑا ہی سے چلیں اور کھڑا ہی وہیں جھوڑ دیں۔" میں تھنا ہمکا مرزا کیوں غیلہ ہے؟ اس طرح میں اس کا بھی اندازہ ہو گئے کا کہ ہمارا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔

"بہت مناسب تھوڑی ہے جناب" صولت مرزا پھر خوش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے فخر مندی کے بادل چھپتے تھے۔ لینڈ کمنٹری پوسٹ تک وہ لوگ چیپ سے آئے اور فریدی نے چیپ پوسٹ کے اعلانے میں کھڑا کر دی۔ یہاں کے سارے ہی چکیدا رکنی فریدی کو بخوبی پہچانتے تھے اس لیے چیپ وہاں چھوڑی جا سکتی تھی۔

اس غارت کے بعد پھر دوڑ دوڑ تک کسی غارت کا پتا نہیں تھا۔ سڑک کے دونوں جانب جنکل بکھرے ہوئے تھے۔ تقریباً افغان میل پیدا ہلنے کے بعد وہ بائیں جانب ایک بگڑندہ کی پڑا تھے۔

"ہمارا تعاقب نہیں کیا جا رہا۔" "ہاں مجھے بھی الہیجان ہو گیا ہے۔" فریدی نے جواب دیا اور پھر وہ خاموشی سے راستہ طے کرنے لگے۔ بالآخر وہ اس پل پہنچنے والی تھا اور پہنچنے کیساں ہے جناب؟" دفعتاً صولت مرزا بولتا ہوا۔

"ہاں مجھے بھی الہیجان ہو گیا ہے۔" فریدی نے جواب دیا اور پھر وہ خاموشی سے راستہ طے کرنے لگے۔ بالآخر وہ اس پل پہنچنے والی تھا اور پہنچنے کیساں ہے جناب؟" دوڑ۔ میرے خدا میں تو اس اندر ھرے میں سے اپنے کھانے کا تھا۔

"اوہ۔ میرے خدا میں تو اس اندر ھرے میں سے اپنے کھانے کا تھا۔" نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا تھا کہ وہاں پہنچ کر شام کی جانب نظر کھی جائے۔ اور جب بھی کہیں روشنی نظر آئے گی اور روشنی نظر آئے کے لیکن دیکھا گل فریدی کو وہ کہاں تھا؟ حمید بڑھ کر دلکھنے لگا۔ اور سے گھنٹے کے بعد مجھے وہاں پہنچ جانا چاہیے جہاں روشنی نظر آئے۔

"یہ رہا شماں" فریدی نے اس کی ٹھوڑی بچیرہ کا ایک جانب سر چکرا یا تھا کہ وہ صولت مرزا خوف زدہ سے انداز میں بنسنے لگا۔ بڑی مزاج پوری چھر بھی تھی۔ فریدی اور حمید نے سیاہول کا سا اونی اور چری بیساکھی کے پہنچنے کیا جا رہا۔" اسی میں تھا لیکن صولت مرزا کے معمولی سے سوٹتی ہی

نظرِ تاجیر میں اسے تلاش ہے۔ یا خدا، آدمی کو عقل دے اس ساتھ  
کہ مستقبل حفظ کر۔

دوسرے دن ماہرین نے تصریح کر دی کہ صولت مرزا  
کا چہرو پلاش سر جری ہی کا کارنا نام تھا۔ اس کے جو من مالکیوں  
میں سے جوزندہ بیجا تھا اُس نے خفیدہ تجربہ کا کام کا پتہ بتایا۔ لیکن  
دہان سے مختلف قسم کی ادویات چھپتے چھپتے چھپتے بیوں اور باریک  
تاروں کے ذخیروں کے علاوہ اور کچھ بھی برآمدہ نہ سکا۔ جن  
آدمیوں پر تجربات کیے گئے تھے انھیں یہی ختم کر دیا گیا تھا۔  
حید کے استفسار پر فریدی نے بتایا کہ وہ بچپنی رات  
اس چراغ کے پاس سے اسی نے بھسک گیا تھا کہ اس کی

بُوختناک معلوم ہوئی تھی کہن وہ پھر والپس ہوا تھا اور اسے  
بے ہوش پاک خود بھی سانس روک کر دیں پڑ رہا تھا۔ اس طرح وہ  
بے ہوش ہونے سے بخوبی ڈارہ سکا تھا پھر تھوڑی دیر بعد انھیں  
دہان سے اٹھا کر ایک بند کا زار تھا، دال دیا گیا تھا۔ پہاں  
چونکہ بے ہوش ہوتے کا خدشہ باقی نہیں رہا تھا اس نے اس  
نے سانسیں بھی بخوبی شروع کر دی تھیں لیکن یہے ہوش تھے جیسی بیان  
پر حال سانش روکتے کافی ہی آڑ سے آیا تھا، ورنہ  
شاید ڈاکٹر دو بے ہی کی ایک بار آور ہوتی اور وہ دو فوٹ بیان  
دیوں انکی فنا ہو جاتے۔

فریدی نے یہ بھی بتایا کہ ڈاکٹر خود اپنی ہی گولی کا شکار ہو گئا  
میں ڈھو اور سر جو زفت اُنچ بھی زندہ ہیں۔ یہ اور بات  
ہے کہ مددوں سے بھی بدتر ہوں۔

قاسم نے بھر کی بیوی کی تمنا نہیں کی۔

ماہوڑا ہم کا ساتھی اسے رکھتے ڈال رہا تھا۔ قہر درصل  
ذریعے تھا راچہرہ بیل کر تھیں ڈاکٹر دو بے بناؤں گا؛ اور تم  
بیوی کی عروسی کی تھی۔ ہر ملت ہے کہ یہ چراغ سے خارج ہونے  
وائی نئی کیسی ہی کا اثر ہا ہو۔ پھر حال حریف سے پشت بڑھنے کا  
عقل قطبی منتظری تھا جس کے لیے وہ اب بھگت ہی رہا تھا۔

چانک ایک فریضہ ہوا۔ اس پار جنچ بڑی کر پہنچ گئی۔  
حید بکھلا گیا کیوں کہ اس کی کیش ان دونوں کی للاف تھی اور وہ  
اواز نہیں پھیلان سکتا تھا۔ وہ دیکھنے کے لیے مڑا ہی تھا کہ اس کے  
طااقت در حریف نے اسے سرے اونچا اٹھایا۔ پھر دوسرے

گرفت ڈال کر جرمن پر ٹوٹ پڑا۔ حید اٹھا اور دیوار سے مگ  
کر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر دو بے کی لاش ابھی بھڑک رہی تھی۔ وہ اس طرح  
ہاتھ پھیلایا۔ ڈھیل کر پنجے سکوڑ رہا تھا جیسے فرش کو فوج ڈالنا چاہتا ہو۔  
ایک وہ تیسری جنچ سن کر بھر فریدی کی طرف متوجہ ہوا، جو  
حریف کے سینے پر سوار اس کی گردان دیا رہا تھا۔ اس طور پر جنچ  
کے بعد کمرے کی فضا پر بھی سا سکوت طاری ہو گی۔ بے ہوش  
جریلن کا سینہ کسی چڑھے کی دھونکی کی طرح بھیول پچک رہا تھا۔  
اور وہ دونوں تو بھی کے ختم ہو چکے گئے۔

فریدی خاموش ہوا ڈاکٹر کی لاش کو گھوڑتا رہا۔

"مجھے اس کے انجام پر بے حد افسوس ہے حید۔ اس  
نے کچھ دیر بعد کہا۔ آدمی کی حیوانیت ہی اس انجام کا باعث  
بنی ہے۔ کاش اسے پاکل نہ بنایا گیا ہوتا۔ اس سے نوع انسانی  
کا درختان مستقبل دیستھنا تھا۔ لیکن آدمی نے خود بھی اپنا مستقبل تاریک  
کر لیا۔ اور۔ حید دیکھو تو۔ کیا یہ دنیا کا ایک بہترین دماغ نہیں  
تھا۔ اگر پاکل نہ ہو گی ہوتا تو ادی کی خلیلیں آسان کرنے کے لیے  
کتنی را جیں نکالتا۔ لوگ اس سے محض اس لیے غفرت کرتے  
رہے کہ یہ بد سورت تھا۔ چلو غفرت کر لیتے مگر اس کا اٹھار کرنا کیا  
ہوتی لیکن یہ جنچ ڈاکٹر کے جرمن ساتھی کی تھی۔

حید نے دوسرے کو ڈھال بنا نئے پر قادر نہیں  
ثابت ہوا۔ اس نے سر پنج تو چینک دی اور حید سے پشت  
کی لاش میں سرگداں ہے۔ وہ خدا کے پیغامی کو شش ہوتا ہے  
لیکن اپنے پڑوی تک بھی اس کی ہوچھ نہیں ہے۔ پڑوی سے  
اس نے متنقہ ہے کہ وہ بد فکل ہے۔ جنہیں ازل سے انکھیں سینکنا  
ہاتھا ہے لیکن وہ اندھا ہے۔ الگ اسے بھر کر جیں لے۔

ہی اندر دیوہ سہر جاؤ کے لیکن ساتھی تھی یہ بھی بھر لئے جاؤ گے کو تم  
کر قل فریدی یا کیشن حید ہو۔ اس کے بعد میں پلاش سر جری کے  
ذریعے تھا راچہرہ بیل کر تھیں ڈاکٹر دو بے بناؤں گا؛ اور تم  
میرے اشاروں پر تاچنے لگو گے۔ میں تھیں تھم دوں کا کفلان جگہ  
جاؤ فلاں کو ڈراؤ۔ جب لوگوں میں گھر جاؤ اور پکڑیے جائے کا  
قد ہو تو اپنا سر زمین سے دے مارو۔ تم اس کے غلط نہیں کرو گے  
پھر زمین پر سر دے مارنے کا انجام قوم دیکھو جسے ہو۔ ان پر  
کوئی چلنے کے انجام سے بھی واقع نہ ہو۔ دھماکے کا مقصد بھی ہوتا  
ہے کہ سر غالب ہو جائے اور کسی کو ہم معلوم ہو سکے کو وہ چانک  
سر جری کا کمال ہتا۔ کیا مجھے؟"

فریدی نے حید کی للاف دیکھا لیکن وہ دم بخود تھا۔

"مگر ڈاکٹر، وہ برقی روکی تھی؟ جو رووالو کی گرفت کا رخ  
مجھی پروردی تھی؟"

"اے ابھی ہم کوئی نام نہیں دے سکے۔ اس قوت کا  
استھان ابھی ابتدائی بتر باتی دور میں ہے۔ میں نے اس سے یہ کام  
لے دالا۔ اس کی للاف جتنی قوت سے کوئی پیزہ بھیکی جاتی ہے، وہ  
اسے اتنی قوت سے واپس کر دیتی ہے۔ میں نے اس رو عمل سے  
کام لیا۔ رو عمل کے اثرات ایک چوتھے سے محدود طاقت والے  
بہنک پیچھے ہیں اور اسے پھاڑ کر صرف بھر بھری کا صفا یا کردیتے  
ہیں۔ برقی قوت پیدا کر نہ وائی مشین اور یہ ایک بھی دھماکہ نہیں  
فراہم ہوتے ہیں اور وہ چینہ نہ سادھا پر جیزے پرے بالوں والی قوی کے  
اخور ہوتا ہے کیا مجھے؟ کرنل۔ جرمی ایک بار پھر جنگ کے میدان  
میں آئے گا اور اس جنگ میں میرے دیلوں اور اس حیرت ہیگز  
برقی قوت سے کام لیا جائے گا۔"

وہ دونوں پکڑنے پڑے۔ ڈاکٹر دو بے نے اپنے دونوں ساتھیوں  
سے جرمن میں پکڑ کر داروں وہ دونوں آگے بڑھے۔ ایک کے ہاتھ میں  
دوا جنکت کرنے کی سر پنج تھیں اور دوسرا خالی ہاتھ تھا۔ سر پنج  
والا حیدیکی طرف متوجہ ہوا اب تھا کہ فریدی نے دوسرے آدمی  
پر جھلائیں گے لکھا۔ ساتھی بھی ایک فائز ہے اور ایک بیجھ بند  
ہوتی لیکن یہ جنچ ڈاکٹر کے جرمن ساتھی کی تھی۔

حید نے دوسرے کو ڈھال بنا نئے پر کو شش لیکن وہ خدا کی  
ثابت ہوا۔ اس نے سر پنج تو چینک دی اور حید سے پشت  
پڑا۔ دوسری طرف ایک فائز بھر حید پر ہوا۔ اب حید نے دیکھا  
کہ فریدی ڈاکٹر دو بے سے کھم کھم کھا ہوا ہے اور کوشش کر رہا ہے  
کہ رووالو اس کے ہاتھ سے چین لے۔

ان سے چھ ماہ پہلے میں ان ڈاکٹروں کے ساتھیوں آیا تھا، جو  
مغربی جرمنی سے سرکاری طور پر بیان طلب کرنا تو اور آئینور دیک  
میں سریع کرنے آتے ہیں۔ میں نے بیان ایک خفیہ تحریر کا گاہ  
بناؤں ہیں کیوں کہ بیان سر جو زفت جیسے سوز موجود تھے جن سے مجھے  
ستقام لیتا تھا۔ سالمہ سالا بیدا ایک بار پھر میں نے ہمراہ اس کی  
جماعت بڑھانے والے تحریمات شروع کر دیے۔ مژکوں سے  
پاچ فریدی کا نام نہیں دیجئے بنادیا۔ ڈاکٹر سر جری کے ذریعے  
اُسیں ڈاکٹر بنایا اور ڈاکٹر دو بے کو فتحت دینے والے مہر کا پتہ  
اُٹھتے۔ سر جو زفت جیسے لوگوں کا انجام بڑا جاگی فریدی۔  
میں انھیں ان کے ہی۔۔۔ ماحرون زہر پہنچنے پر خیور کر دوں گا۔ میں  
ہس ڈھو کو جاہتا ہی بیوں اوس سے بھی اُسے شامل کرنا بجا ہتا  
ھا کہ وہ میرے اس حیرت ایکیز تحریر سے سے واقع تھی۔ لہذا یہ  
ضوری تھا کہ ان دیلوں کو فتح کرنا سے پہنچے اُسے قابو  
میں کر لوں۔ میں چاہتا تو اسے قتل بھی کر سکتا تھا، مگر میں نے اسے  
پسند نہیں کیا۔ میں نے چاہا کہ وہ دم دلا سے سے میرے قابو میں  
آجائے اور یہ جانے پیزہ کر میں ڈاکٹر دو بے ہی ہوں، اپنی زبان بند  
رکھے بھر جیب وہ تھا کہ پس دوڑی گئی تو مجھے غصہ آگا۔ ویسا ہی  
غصہ جیسا ایک بار پہنچے بھی اس پر آ جکا ہے جس کے نتھیں میں خود  
مجھے بھی گل مرتا پڑا تھا۔ ہر جاں غصے کا انجام ہے ہر اکی دلیقی  
ازوقت ہی متظہر اعام بجا آگئے جس پر اب افسوس ہے۔

"مگر وہ جو ایک اور جلی لاش بیا مدد ہوئی تھی؟" حید نے  
اُسے پوکا۔

"وہ میری تحریر کا ایک آدمی تھا جس پر میں جائزوں کے  
بعد تحریر کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔"

"کیوں؟ میں نے کیا کہا تھا۔" فریدی حید کی طرف دیکھ کر مکاری  
"مگر کوئی تم اس طرح مطمئن نظر آ رہے ہے ہر جیسے میں تھیں  
معاف کر دوں گا؟" ڈاکٹر نے لفڑی پہنچے میں کہا۔

"تم اس کی پر واصت کر دو۔ تھا کہ اسی بہت دلچسپ  
بے مکار تھا را جرمن نام کیا ہے؟" میں نے اپنے لیے روسی نام پسند کیا تھا۔ مایو کو نوٹ  
اور اسی نام سے بیان بھی آیا ہوں۔ یہ دونوں جرمن میرے پہترین  
رفق اور رازدار ہیں۔ یہ ابھی تم دونوں کو دنگش دیں گے جن کے  
اثر سے تم یہ جھوٹ کر دے گے جیسے تھا کہ جس میں جان ہی نہ رہ گئی ہو۔  
پھر میں تم پر ایک کورس آزماؤں کا اور تم ایک بہت سے کے اندر

